رسائل ۱۹

اصلاح

نمبر ۷ | ماہ رجب المرجب ۱۳۵۰ ہجری | جلد ۳۵

فہرست مضامین

دائرۃ الاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

حجاج بیت اللہ کو مژدہ رسالہ تحفۃ الحجاج جو مشتمل ہے تمام ارکان و ادعیہ حج و زیارات پر (از تصانیف زائر چہاردہ معصومین فخر الحاج والمعتمرین مولانا السید محمد مہدی صاحب مرحوم مصنف لواعج الاحزان) ہر سال مسافرین حج کی خدمت میں طلب پر جناب مرحوم خود مفت بھیجدیا کرتے تھے اب اون کے برادرزادہ جناب مولوی سید احمد حسین صاحب قبلہ سے (جو اپنے چچا مرحوم کا جلہ بعد امام جمعہ و جماعت ہیں) صرف ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر مفت طلب فرمائیے۔ اور جن حضرات کو لواعج الاحزان جلد اول طباعت پنجم کی ضرورت ہو جو جامع اور بہت مشرح ہے حالات ولادت و وفات اور دیگر حالات زندگی چہاردہ معصومین علیہم السلام پر یہ کتاب بھی مولانا صاحب کو ہی سے بہ قیمت ۸ ؎ مل سکتی ہے۔ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ پتہ یہ لکھنا چاہیے۔

جناب مولوی سید احمد حسین صاحب پیشنماز مسجد وقف محلہ مکرہ شہر مظفر پور۔ تمت

خاص ہمدردوں کا مخصوص شکریہ (الف) عالی جناب ماسٹر میر قاسم علی شاہ صاحب نقوی مہتمم دار الکتب امامیہ لائبریری لاہور نے اپنے چندہ کے علاوہ اس سال پانچ روپیہ اصلاح کی اعانت میں مرحمت فرمائے۔ (ب) اور حسب ذیل ہمدردان اصلاح نے اپنا چندہ اصلاح پانچ روپیہ مرحمت فرمایا (۱) عالی جناب خواجہ محمد جعفر صاحب شریف دیوجی ممباسہ (۲) عالیجناب سید محمد صاحب انجینیر کربلائے معلے (۳) عالیجناب جمال الدین بھائی صاحب ییرو بی افریقہ۔ (۴) عالی جناب سید کاظم حسین صاحب تحصیلدار ریٹیرڈ دہلی (۵) عالیجناب خانبہادر سید احمد حسن صاحب جیف سکریٹری بنارس سٹیٹ (۶) عالیجناب میر ضمانت علی صاحب مہتم کروڑگری حیدرآباد دکن (۷) عالی جناب نواب سید ناظر حسین خان عرف منجھو صاحب تعلقدار کہنٹی لکھنؤ (۸) عالی جناب سید ہادی حسین معتمد سٹیٹ نواب فخر الملک بہادر حیدر آباد دکن (۹) عالی جناب سید عباس حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ یادگیری حیدرآباد دکن

(ج) اور حسب ذیل حضرات نے اس سال اپنا چندہ اصلاح چار روپیہ مرحمت فرمایا (۱) جناب سکریٹری صاحب انجمن حیدری سکھر سندھ (۲) جناب سید عابد علی صاحب رئیس الہ آباد۔

(د) حسب ذیل حضرات نے سابق حضرات کے نام اپنے پاس سے چندہ دیکر اصلاح جاری کرایا (۱) عالیجناب منشی شیخ افتخار حسین صاحب ہیڈ کنسٹبل مجرمنصوری نے جناب شیخ عبد الکریم صاحب موضع جھتون ضلع دربھنگہ کے نام (۲) عالیجناب نواب سید الطاف حسین عرف منے صاحب رئیس حسن آباد نے جناب کریم بخش صاحب واصف مقام چھپنہ ضلع میانوالی کے نام۔ اس ہمدردی پر کل حضرات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے خدا کل حضرات کو جزائے خیر دے اور سچے دینی و دنیوی نعمتیں عطا فرمائے

تین روپیہ دو آنہ زیادہ ہے یا تین روپیہ چھ آنہ

جن ہمدردان اصلاح نے ۱۳۵۷ ہجری کا چندہ ابھی تک نہیں عنایت فرمایا اُن سے سوال ہے کہ تین روپیہ دو آنہ زیادہ ہے یا تین روپیہ چھ آنہ؟ اگر تین روپیہ چھ آنہ زیادہ ہے اور کوئی چیز ایک طرح تین روپیہ دو آنہ میں ملے اور وہی چیز دوسری طرح تین روپیہ چھ آنہ میں ملے تو آپ اُسکو کس طرح لینا پسند فرمائیں گے؟ کوئی وی پی پیکٹ بغیر رجسٹری کے جا نہیں سکتا اور رجسٹری کی فیس اب ۳ ہو گئی ہے اور پوسٹ کارڈ کی قیمت [illegible] اس طرح اگر رسالہ اصلاح اگلے پورے سال کا چندہ وصول کرنے کو وی پی بھیجا جائے تو ۳/۶ کا جائیگا (۳ چندہ اصلاح ۳ فیس رجسٹری اور [illegible] اطلاعی کارڈ کی قیمت) [illegible] ڈاکخانہ آپ سے [illegible] اور [illegible] وی پی آپکو دیگا جس سے آپکا ۶ پیسے خرچ ہو جائیگا۔ اسکے برخلاف اگر آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں تو آپکا صرف ۳/۲ خرچ ہوگا۔ جن حضرات کا چندہ اس نمبر کے پہونچنے کے بعد بھی نہیں آئیگا دس روز انتظار کرکے اُن کے پاس انشاء اللہ جلد ۳۶ کا پہلا نمبر بذریعہ وی پی ۳/۶ سے روانہ کیجائیگی کہ انکا چندہ اصلاح [illegible] آجائے۔

گزشتہ نمبر صرف ۴۰ صفحہ کا شائع ہوا تھا بقیہ ۱۶ صفحوں کو [illegible] میں پورا کرنیکا وعدہ [illegible] کیا تھا اسوجہ سے یہ نمبر بجائے ۳۲ صفحہ کے ۴۸ صفحہ تک شائع کیا گیا اور انشاء اللہ [illegible] بھی ۴۸ صفحہ [illegible] گزشتہ کمی کو پورا کر دیا جائیگا۔ مگر اس سال ملک کی عام اقتصادی دقت کا دور اصلاح پر بھی بہت سخت اثر ہے اور جب تک ہمدردان اصلاح اسکی طرف خاص توجہ نہیں کرینگے رسالہ کا سنبھلنا دشوار ہے۔ بس صرف یہ فرمائش ہے کہ دو دو جدید خریدار مرحمت فرما کر شکر گزار کریں اور انکا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں۔ وی پی نہ طلب کریں۔ مجالس النساء نون انشاء اللہ نصف سے زیادہ ہو گئی ذی الحجہ میں انشاء اللہ تمام ہو جائیگی اور قوی امید ہے کہ محرم کی زنانی مجلسوں میں پڑھی جائیگی۔ ہمدردان اصلاح اگر اس کتاب کے شائع شدہ اوراق پڑھی لکھی عورتوں کو دکھائیں تو قوی امید ہے کہ وہ بھی کثرت سے اس رسالہ کی خریدار ہو جائیں۔ جو بہنیں اصلاح کی پہلے سے خریدار ہیں ان سے بھی التماس ہے کہ دوسری بہنوں کو بھی اس کتاب کی خبر کرکے اسکی خریداری پر آمادہ کریں تاکہ انشاء اللہ ہر زنانی مجلس میں یہ کتاب پڑھی جائے۔

نمبر | ماہ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ | جلد ۳۵

مناظرہ سہارن پور

(ربط کے لئے اصلاح کا گزشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

اہلسنت کے ہاں شراب سے وضو ہمیں بہت افسوس ہے کہ حضرات اہلسنت بے وجہ شیعوں کو چھیڑ کر اپنے مذہب کا پردہ فاش کراتے ہیں۔ استنجاء کے متعلق علمائے دیوبند وسہارنپور کے اعتراض کا جواب ہم نے گزشتہ نمبر میں صحیح کیا۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے بھی چند مسائل کا ذکر کر دیا جائے۔ ان کے بہت بڑے امام لکھتے ہیں ان الاستنجاء لیس بفرض یعنی وضو یا نماز کسی چیز کے لئے بھی استنجا واجب نہیں ہے (ردالمحتار جلد اول ص۶۴) اور ملاحظہ ہو جواز الوضوء بماء نبیذ التمر یعنی کھجور کی تاڑی (شراب) سے وضو کرنا جائز ہے (ردالمحتار جلد ا ص۶۴) اور جناب مولوی وحید الزمان خانصاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں "البتہ حنفیہ کے نزدیک نبیذ سے وضو درست ہے"۔ (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ ص۶) اور فرقہ حنفیہ کے مایہ ناز علامہ جناب مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "ہمارے ناظرین جنہوں نے اماموں کو کبھی فقہ وحدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا ہے۔ کبھی اہل کمال کے ساتھ اسکی عالمانہ بحثیں سنی ہیں۔ نہایت تعجب سے دیکھیں گے کہ بزم عیش میں وہ رندانہ وضع سے بیٹھا ہے۔ بے تکلف اور رنگین طبع احباب جمع ہیں۔ پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہے۔ دور شراب چل رہا ہے۔ ساز چھیڑا جا رہا ہے۔ گل اندام کنیزیں نغمہ سرا ہیں۔

یاران باصفا بدمست ہوتے جاتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں نہایت سختی کے ساتھ مامون وغیرہ کی بادہ نوشی سے انکار کیا ہے لیکن تاریخی سند کوئی پیش نہ کرسکے۔ صرف حسن ظن پر تقریر کو طول دیا ہے۔ تاہم نبیذ کا پینا تسلیم کرتے ہیں۔ ابن خلدون کے قول کے تسلیم کرنے والے مجاز ہیں کہ ہماری کتاب میں مامون کی نسبت جہاں شراب کا ذکر آئے وہاں بجائے شراب کے نبیذ پڑھیں۔

آغاز خلافت میں بیس مہینے تک مامون نغمہ و سرود سے بالکل محترز رہا۔ چند روزوں کے بعد شوق پیدا ہوا مگر اتنا ہی کہ احتیاط کے ساتھ کبھی کبھی سن لیتا تھا یہ حالت بھی چار برس تک قائم رہی پھر تو ایسی چاٹ پڑ گئی کہ ایک دن ان صحبتوں کے بغیر بسر نہیں کرسکتا تھا لیکن اگر انصاف سے دیکھئے تو اسمیں تعجب کی کیا بات ہے۔ آزادی۔ حوصلہ مندی۔ لطافت طبع۔ جوش شباب۔ ہمیشہ زہد کی حکومت سے باغی رہتے آئے ہیں۔ مامون کی تخصیص نہیں۔ اس وقت اسلامی سوسائٹیاں عموماً اس رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں مسلمانوں کو اس عہد میں۔ امن۔ فروغ اطمینان زر و مال سب کچھ میسر تھا۔ پھر کیا چیز تھی جو ان کو زندگی کے پرحظ مقاصد سے روک سکتی۔ ایک مذہب البتہ در انداز ہوسکتا تھا لیکن جدت پسند طبیعتیں اسکو بھی کھینچ تان کر اپنے ڈھب کا بنالیتی تھیں شراب کی جگہ نبیذ (کھجور کی تاڑی) موجود تھی جسکو عموماً عراق کے مذہبی پیشواؤں سے حلت کی سند مل چکی تھی۔"

(المامون صہ ۲۲۲) اس عبارت سے صرف یہ دکھانا ہے کہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب بھی نبیذ کو شراب ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔ اور بعض متعصب علماء اہلسنت کی خاطر سے وہ اسمیں کچھ ترمیم پر راضی بھی ہوتے ہیں تو کھجور کی تاڑی کہتے ہیں دونوں صورتوں میں یہ نتیجہ نکلا کہ اہلسنت کے ہاں شراب یا کھجور کی تاڑی سے وضو کرنا درست اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ سبحان اللہ کیسا خوبصورت مذہب ہے اور کس قدر پاکیزہ شریعت ہے۔ کیا اسی کی تبلیغ کو حضرت رسولخدا تشریف لائے تھے؟ سب سے بڑھ کر یہی مولوی شبلی صاحب دوسری کتاب میں لکھتے ہیں" امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ نبیذ تمر

بشرطیکہ مسکر نہ ہو وضو جائز ہے۔ امام بخاری اسکے خلاف ترجمۃ الباب باندھتے ہیں۔ اور حدیث نقل کرتے ہیں کہ کل ما اسکر حرام (یعنی جو چیز نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے) (کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۲۶۶) اس عبارت میں "بشرطیکہ مسکر نہ ہو" عجیب و غریب ہے کون سی شراب ایسی ہے جو نشہ نہ پیدا کرے؟ جب المامون میں مولوی صاحب اسکو تسلیم کر چکے کہ نبیذ شراب ہی ہوتی تھی تو آپ کا کہنا کہ "بشرطیکہ مسکر نہ ہو" گویا یہ کہنا ہے کہ شراب بشرطیکہ مسکر (نشہ پیدا کرنے والی) نہ ہو۔ حضرات اہلسنت کا مذہب بھی عجب تماشا گاہ عالم ہے۔ ایک طرف تو وہ حکم ہے کہ نبیذ سے وضو صحیح ہے دوسری طرف صحیح بخاری میں صریح حدیث ہے لا یجوز الوضوء بالنبیذ یعنی نبیذ سے وضو جائز نہیں ہے (صحیح بخاری پارہ اول صفحہ ۱۲۶)

پھر آپ کے امام تحریر فرماتے ہیں "لو اکتحل بکحل نجس لا یجب غسلہ یعنی اگر کوئی شخص نجس چیز سے اپنی آنکھ میں سرمہ لگائے ہو تو وضو میں منہ دھوتے وقت اس کا دھونا ضروری نہیں ہے" (رد المحتار مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۶۹ سطر ۱۱) پھر تحریر فرماتے ہیں قال الدبوسی فی اسرارہ وکثیر من مشایخنا یظنون ان المامور بہ من الوضوء یتأدی من غیر نیۃ یعنی علامہ دبوسی نے اپنی کتاب اسرار میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے مذہب کے بہت سے علماء اور اماموں نے کہا ہے کہ وضو بغیر نیت کے بھی ہو جاتا ہے (رد المحتار جلد ا صفحہ ۷۶ سطر ۱۰) لیجئے بغیر نیت کا وضو بھی درست ہوگیا۔ اور علمائے اہلسنت کا یہ مذہب بھی ہے کہ اگر آدمی کا پاخانہ یا پیشاب یا اور کوئی نجاست شراب وغیرہ پانی میں گر جائے اور پانی کا رنگ بو اور مزہ نہ بدلے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے لا باس بالماء مالم یغیرہ طعم او ریح او لون یعنی پانی کا مزہ یا بو یا رنگ جب تک نہ بدلے اس وقت تک اسکے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (صحیح بخاری پارہ اول صفحہ ۱۲۷) اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں یلزم منہ ان من بال فی ابریق ولم یغیر للماء وصفا انہ یجوز لہ التطہیر بہ یعنی اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو شخص کسی لوٹے میں

جس میں پانی ہو پیشاب گرے جس سے اس لوٹے کے پانی کا نہ رنگ بدلے نہ بو نہ مزہ تو اس سے طہارۃ کر سکتے ہیں۔ (فتح الباری مطبوعہ دہلی پارہ ۱ صفحہ ۱۷۱) صرف یہی بات نہیں لازم آتی بلکہ یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ اس پیشاب والے پانی کو پی سکتے ہیں۔ اس سے کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں۔ اس کو مسجد میں ڈال سکتے ہیں۔ اس سے وضو بنا سکتے ہیں اور علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں "عن ابن شہاب انہ قال ما یصیبہ من الاذی حتی لا یغیر ذلک طعمہ ولا لونہ ولا ریحہ فلا بأس ان یتوضأ بہ یعنی جس پانی میں نجاست پڑ جائے یا لگ جائے اس کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے تو اس سے وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے" (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ استنبول جلد ۱ صفحہ ۹۲۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء لا ینجسہ شئ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ یعنی حضرت نے فرمایا کہ پانی نجس ہوتا ہی نہیں ہے جب تک اسکی بو اور مزہ اور رنگ پر وہ نجاست غالب آجائے (عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۹۲۳) پھر لکھتے ہیں لا بأس ای لا حرج فی استعمال ماء مطلقا ما لم یغیرہ طعم او ریح او لون یعنی جب تک (زیادہ یا کم) پانی کا مزہ یا بو یا رنگ نجس پڑنے سے بدل جائے اس وقت تک اس کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ وقال الکرمانی لا بأس ای لا ینجس الماء لوصول النجس الیہ قلیلا او کثیرا بل لا بد من تغیر احد الاوصاف الثلاثۃ فی تنجسہ یعنی علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں نجاست پڑنے یا لگنے سے وہ نجس نہیں ہو سکتا جب تک اس کا مزہ یا رنگ یا بو اس نجاست سے نہ بدلے اب اس سے بھی ترقی ملاحظہ ہو کہ پانی کم ہو یا زیادہ اس کا رنگ بو مزہ بدلے یا نہ بدلے کبھی نجس ہوتا ہی نہیں ہے۔ یہی علامہ عینی لکھتے ہیں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما الماء لا ینجسہ شئ یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ پانی کو کوئی نجاست نجس کر ہی نہیں سکتی۔ والراکد اختلفوا فیہ فقالت الظاہریۃ لا ینجس اصلا یعنی ٹھہرے ہوئے پانی (جو بہتا نہ ہو جیسے گھڑے۔ بوتل۔ لوٹے۔ پیالے کے پانی) میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ظاہری محدثین نے کہا ہے کہ وہ کبھی بھی نجس

نہیں ہوتا (عمدۃ القاری جلد ا صفحہ ۹۲۴)

اور جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں "مذہب اصحاب ظواہر آں است کہ آب پلید نمی گردد بہ ہیچ چیز و بہ ہیچ حال۔ خواہ رواں باشد یا استادہ۔ کم باشد یا بسیار باشد۔ و خواہ تغیر یابد رنگ بوے و مزہ وے یا نیابد۔ یعنی اصحاب ظواہر کا (یعنی ان محدثین اہلسنت کا جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں) مذہب ہے کہ پانی کسی چیز سے اور کسی حالت میں بھی نجس نہیں ہوتا ہے خواہ وہ پانی جاری ہو یا رکا ہوا کم ہو یا زیادہ۔ خواہ اسکی بو رنگ اور مزہ بدل گیا ہو یا نہ بدلا ہو" (ترجمہ مشکوۃ شریف نسخہ قلمیہ) اب تو بڑی آسانی ہوگئی لوٹے کے پانی میں کسی نے پیشاب کردیا ہو یا کسی بچہ کا پائخانہ کسی جگہ پانی میں پڑ گیا ہو اس پانی کو بے تکلف پئینگے۔ کھانا پکا لیجئے۔ اُس سے وضو کرلیجئے نماز پڑھیں گے۔ سب درست ہے۔ اسی طرح کسی ہوز کے پانی میں شراب پڑگئی ہو۔ یا کُتّے نے پیشاب کردیا ہو۔ یا کُتّے سُوّر نے اُس میں پائخانہ پھر دیا ہو اُن سب کو حضرات اہلسنت پی سکتے ہیں۔ اُس سے کھانا پکا سکتے ہیں۔ اُس سے وضو کرسکتے ہیں اور اُس سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ اس اصول کے مطابق تو ایک نتیجہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ بیت الخلاء میں یہ حضرات جو پانی اپنا پیشاب یا پائخانہ دھوتے وقت گراتے ہیں اس کو بھی اٹھا کر پی سکتے۔ اُس سے کھانا پکا کر کھا سکتے۔ اُس سے وضو کرسکتے۔ اُس سے غسل فرما سکتے۔ اُس سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ واہ کیا خوشبودار مذہب ہے!

اور ملاحظہ ہو۔ عند مالکؒ روایۃ انہ ان یصلی ولم یستنج صحت صلوتہ و قال ابوحنیفہ ھو مستحب لیس بواجب ھی روایۃ عن مالکؒ قال ابوحنیفہ فان صلی ولم یستنج صحت صلوتہ یعنی امام مالک کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص پیشاب پائخانہ کے بعد بغیر استنجا کیے جان بوجھکر بھی نماز پڑھے تو اسکی نماز صحیح ہے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ استنجا کرنا ضروری نہیں ہے۔ صرف مستحب ہے۔ اور یہی روایت ہے امام مالک صاحب سے بھی اور امام ابوحنیفہ صاحب بھی فرماتے ہیں

کہ اگر کوئی شخص بے استنجاء کئے نماز پڑھے تو اُسکی نماز صحیح ہے (کتاب رحمۃ للامۃ فی اختلاف الائمہ
ص) ۔ ومن اصابہ من النجاسۃ المغلظۃ کالدم والبول والغائط
والخمر مقدار الدرہم ومادونہ جازت الصلوۃ معہ یعنی اگر کسی شخص کے
بدن یا کپڑے میں ایک درہم برابر نجاست غلیظہ جیسے آدمی یا کتے یا سور کا پیشاب یا
پائخانہ لگ جائے یا شراب لگے تو اس سے نماز صحیح ہے (کتاب فقہ نافع ص)
اجمع الائمۃ علی نجاسۃ الخمر الا ما حکی عن داؤد انہ قال بطہارتہا اس کا
خلاصہ یہ ہے کہ بعض علماء قائل ہیں کہ شراب بھی پاک ہے (رحمۃ للامۃ) اور علامہ
ابن حجر نے منی کو بھی پاک لکھا ہے جس پر تفصیلی تقریر بیان کیگئی ہے (فتح الباری جلد ا
ص ۱۶۶) ۔ ان حضرات کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے ان استنجی المتوضی ای علی وجہ السنۃ
بان ارخی انتقض والا لا یعنی اگر باوضو آدمی سنت کے قاعدہ پر استنجاء کریگا تو
اُس کا وضوء ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں ان المراد بوجہ السنۃ ھو ادخال الاصبع
فی الدبر یعنی سنت کے قاعدے پر استنجاء کرنے کا مطلب ہے کہ استنجاء کرنے میں
انگلی دُبر کے اندر داخل کرے (ردالمحتار جلد اول ص)

پیشاب اور خون سے قرآن کا لکھنا حضرات اہلسنت کی بڑی معتبر کتاب میں یہ
مسئلہ بھی لکھا ہے لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبہتہ وانفہ جاز
لاستشفاء وبالبول ایضا ان علم فیہ شفاء لاباس بہ یعنی اگر کسی کی
ناک سے خون بہے (نکسیر پھوٹ جائے) تو شفاء حاصل کرنے کے لئے جائز ہے
کہ اسکی پیشانی اور ناک پر خون سے سورہ فاتحہ لکھا جائے ۔ اور اگر معلوم ہو کہ سورہ فاتحہ
لکھنے سے شفاء ہوگی تو پیشاب سے بھی سورہ فاتحہ کا لکھنا جائز ہے (ردالمحتار جلد ۱
ص ۱۴۲) سبحان اللہ کس قدر پاکیزہ مسائل ہیں اور کتنا عقل کے مطابق مذہب اہلسنت ہے
کوئی ان عقلمندوں سے دریافت کرتا کہ کیوں بھائی ۔ اگر سورہ فاتحہ لکھنے سے شفاء
کی امید ہو تو قرآن نے کیا قصور کیا ہے جس سے وہ خون اور پیشاب ایسی نجس چیز سے
لکھا جائیگا ۔ کیا جس شخص کی نکسیر پھوٹ گئی ہو اسکی پیشانی اور ناک پر ہندوستانی سے

سورہ فاتحہ نہیں لکھ سکتے؟ کیا اُسے پانی سے نہیں لکھ سکتے؟ کیا زعفران سے نہیں
لکھ سکتے؟ کیا دودھ سے نہیں لکھ سکتے؟ مگر اصل غرض تو یہ ہے کہ کسطرح قرآن
مجید کی توہین اور ذلت ہو۔ کسطرح وہ نجس کیا جائے۔ کسطرح اُسپر اپنا غصہ اُتارا جائے
لہٰذا یہ حیلہ تراشا گیا کہ شفاء حاصل کرنے کے لئے پیشانی پر خون اور پیشاب سے قرآن
مجید کا لکھنا جائز ہے۔ اس عبارت سے یہ بھی نکلا کہ جس چیز کے خون سے چاہیں سورہ فاتحہ
لکھ سکتے ہیں۔ آدمی کا ہو یا بلی کا۔ یا چوہے کا یا چھچھوندر کا یا کتے کا یا سور کا سب سے
جائز ہے۔ اسی طرح پیشاب بھی انسان کا ہو یا کتے کا یا سور کا سب سے قرآن کا لکھنا
جائز ہے!!!

کیا شیعوں کے ہاں نماز میں قبلہ رخ ہونا شرط نہیں ہے

علماء دیوبند وسہارنپور شیعوں پر یہ افتراء بھی کرتے ہیں۔ "اور ہر نماز میں قبلہ بھی شرط نہیں ہے جیسا کہ اُن کے امام
حِلّی نے ارشاد میں لکھا ہے"۔ معاذ اللہ یہ حضرات جھوٹ بولنے میں کس قدر دلیر ہیں اور
سفید کو سیاہ لکھنے سیاہ کو سفید بتانے۔ آسمان کو زمین کہنے۔ دن کو رات بتانے
اور آفتاب پر خاک ڈالنے میں کتنی مشق بہم پہونچائی ہے۔ دنیا بھر میں کوئی سُنی صاحب
بھی اس بات پر قادر ہیں کہ کتاب ارشاد میں یہ عبارت نکال دیں؟ جب اسپر اعتراض کیا گیا
تو بعد کو جو رسالہ اظہار حقیقت شائع کیا گیا اس میں علماء دیوبند وسہارنپور لکھتے ہیں "شیخ
حِلّی ارشاد الاذہان میں لکھتے ہیں کہ یستحب استقبال القبلة فی النوافل یعنی قبلہ کیطرف
منہ کرنا مستحب ہے۔ فرض و واجب نہیں۔ یا بالفاظ دیگر نماز نفل کے لئے قبلہ شرط نہیں ہے
اگر انحراف قبلہ سے آپکے ہاں نماز باطل ہو جاتی ہے تو استحباب کا کیا مطلب" (اظہار
حقیقت صٓ)۔ افسوس اب علماء دیوبند وسہارنپور کے علم وفہم کی یہ حالت پہونچ گئی
پھر تو کار طفلاں تمام خواہد شد۔ اے حضرات آپکو شرط اور وجوب کا فرق بھی نہیں
معلوم ہے۔ کیا جو چیز واجب نہیں ہوگی وہ شرط بھی نہیں ہوگی۔ اچھا فرمایئے کہ مستحبی
نمازوں (نوافل) کے لئے وضوء کرنا کیا واجب ہے؟ کیا کوئی سُنی صاحب اسکے
قائل ہیں کہ نوافل کے لئے وضوء واجب ہے؟۔ اے حضرت جب نوافل ہی واجب نہیں
ہیں تو اُن کے لئے وضوء کیونکر واجب ہوگا؟ پھر آپ کہیں گے کہ نوافل کے لئے وضوء وا

نہیں بلکہ مستحب ہے۔ تو کیا مستحب ہونے سے وضو نماز کی شرطیت سے خارج ہو جائیگا؟
ذرہ تو سمجھکر باتیں کیا کیجیے۔ کتاب ارشاد میں یہ کہاں لکھا ہے کہ نوافل کے لئے
قبلہ شرط نہیں ہے؟ اگر یہ لکھا ہوتا تو عبارت یوں ہوتی لا یشترط استقبال القبلہ
فی النوافل کہ نافلہ نمازوں میں قبلہ کیطرف منہ کرنا شرط نہیں ہے۔ مگر ارشاد میں یہ
عبارت نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ یستحب استقبال القبلہ یعنی نافلہ نمازوں میں قبلہ
کی طرف منہ کرنا بھی مستحب ہے۔ اسلئے کہ وہ نمازیں خود مستحب ہیں۔ واجب نہیں ہیں
تو جس طرح ان مستحبی نمازوں کا فعل (وضو کرنا۔ سورہ پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ سجدہ کرنا۔
تشہد پڑھنا) مستحب ہے اور واجب نہیں اسی طرح قبلہ کیطرف منہ کرنا بھی واجب نہیں۔
مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ یہ کام چونکہ مستحبی کاموں میں واجب نہیں ہیں تو مستحبی نمازوں
کی صحت کے لئے شرط بھی نہیں ہیں۔ شرط ضرور ہیں کیونکہ بغیر وضو کے کوئی مستحبی
نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ بغیر سورہ پڑھے کوئی مستحبی نماز بھی درست نہیں ہو سکتی۔
بغیر سورہ پڑھے کوئی مستحبی نماز بھی درست نہیں ہو سکتی۔ بغیر رکوع۔ سجدہ کئے اور
بغیر تشہد پڑھے کوئی مستحبی نماز بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بغیر قبلہ کیطرف منہ
کئے کوئی مستحبی نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی ہے۔ یعنی مستحبی نمازوں کے لئے قبلہ کی
طرف منہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن اسکی صحت کے لئے شرط ہے۔ یہی حکم ہمارے مذہب
کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ عبارۃ ملاحظہ ہو الا ستقبال یشترط
فی صلوۃ النافلہ یعنی مستحبی نمازوں میں قبلہ رُخ مُنہ کرنا اُسکی صحت کے لئے شرط
ہے کہ بغیر اسکے وہ نماز صحیح ہی نہیں ہو سکتی ہے (العروۃ الوثقٰی مطبوعہ نجف اشرف
ص ۱۶۹) یہ کتاب بھی مذہب شیعہ کے ایک بڑے مجتہد کی ہے۔

حضرات اہلسنت کے ہاں قبلہ کے مسائل اب علماء دیوبند و سہارنپور کے ہاں کے
مسائل قبلہ بھی ملاحظہ فرمائیں استقبال القبلہ دھو شرط زائد یعنی قبلہ کی
طرف مُنہ کرنا ایک زائد شرط ہے (درمختار جلد ۱ صفحہ ۲۹۹) اس کے متعلق حاشیہ
میں یہ عبارت ہے المراد انہ قد لیسقط بلا ضرورۃ یعنی شرط زائدہ

مطلب ہے کہ یہ شرط بغیر کسی ضرورت کے بھی ساقط ہو جاتی ہے (ردمختار جلد ۱ ص ۲۹۹)
اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات اہلسنت کے ہاں نماز کے لئے قبلہ رُخ ہونا شرط تو ہے مگر شرط زائد جس کا نتیجہ یہ کہ کبھی یہ شرط ساقط بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی بغیر قبلہ کیطرف رُخ کئے بھی نماز صحیح ہو جائیگی۔ لیجئے حضرات مبارکباد! آپ نے یہ دھوکا دینا چاہا کہ شیعوں کے ہاں قبلہ رُخ ہونا مستحبی نمازوں میں شرط نہیں ہے جس کا غلط ہونا ظاہر کر دیا گیا۔ مگر آپ کی کتاب نے صاف صاف بتایا کہ آپ کے ہاں واجبی نمازوں میں بھی قبلہ رُخ ہونا شرط نہیں ہے۔ آپ صبح کی نماز پورب طرف پڑھ سکتے ہیں کیونکہ قبلہ کی شرط زائد فضول ہے۔ آپ ظہر کی نماز اتر رُخ کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ قبلہ شرط زائد ہے جو کبھی ساقط ہو جاتا ہے۔ آپ عصر کی نماز دکھن رُخ کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح مغرب عشا کی نماز بھی قبلہ سے منحرف ہو کر جدھر چاہیں پڑھ لیں آپکا مذہب سب کو صحیح کہدیتا ہے۔ سچ ہے جس نے رسول کو چھوڑا وہ قبلہ کیوں نہ چھوڑے۔

بیت الخلاء کی روٹی علماء دیوبند وسہارنپور یہ اعتراض بھی فرماتے ہیں "اگر اس جماعت کے ہاں کوئی پاخانہ بھری ہوئی روٹی صاف کرکے کھائے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ابن بابویہ قمی نے من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے" اسی کو کہا ہے کہ گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است (یعنی سعدی حقیقت میں تو پھول ہے مگر دشمنوں کی آنکھوں میں کانٹا نظر آتا ہے)۔ عبارۃ یہ ہے "دخل الوجعفر الباقر علیہ السلام الخلاء فوجد لقمۃ خبز فی القذر فاخذھا وغسلھا و دفعھا الی مملوک کان معہ فقال تکون معک لآکلھا اذا خرجت فلما خرج علیہ السلام قال للمملوک این اللقمۃ۔ قال اکلتھا یا ابن رسول اللہ فقال انھا ما استقرت فی جوف احد الا وجبت لہ الجنۃ فاذھب فانت حر فانی اکرہ ان استخدم رجلا من اھل الجنۃ یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک دفعہ بیت الخلاء میں تشریف لیگئے۔ وہاں روٹی کا ایک ٹکڑا نجاست میں پایا۔ اس کو آپ نے اٹھا کر دھو ڈالا اور اپنے غلام کو جو آپ کے ساتھ تھا دیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے

پاس رکھ میں نکلکر کھاؤں گا جب حضرت وہاں سے نکلے تو غلام سے فرمایا کہ وہ لقمہ کہاں گیا
اُس نے عرض کی اے فرزند رسول اُسکو تو میں کھا گیا حضرت نے اُس سے فرمایا کہ
وہ لقمہ جس شخص کے پیٹ میں پہونچیگا اُس پر جنت واجب ہو جائیگی۔ اب تو جا کہ
میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ کیونکہ میں اسکو بُرا سمجھتا ہوں کہ ایسے شخص سے کام لوں
جو اہل جنت سے ہو (کتاب من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ لکھنؤ جلد اول صـ) اس
عبارت سے کیا معلوم ہوا؟ یہی کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے خدا کی پیدا کی ہوئی چیز کی عزت
کی۔ اسکے رزق کی تعظیم فرمائی۔ اسکے دانہ کا احترام کیا۔ کیونکہ وہ روٹی جس چیز سے پکی تھی
اُسے خدا ہی نے پیدا کیا تھا۔ حالانکہ دانہ خدا کی نظر میں اس قدر قابل تعظیم ہے کہ اس کی
پیدائش سے خدا اپنے معبود ہونے پر استدلال فرماتا ہے اور اسکے عوض میں اپنی عبادت کیطرف
اشارہ کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے یاایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من
قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السما
ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ انداداوانتم تعلمون یعنی لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور اُن لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوگذرے
ہیں پیدا کیا۔ عجب نہیں تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بنایا اور
آسمان کی چھت اور آسمان سے پانی برسا کر اُس سے تمہارے کھانے کے پھل پیدا کئے
پس کسی کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ اور تم تو جانتے ہو (پارہ ۱ رکوع ۳) دوسرے مقام پر فرماتا ہے
ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا بہ جنات وحب الحصید یعنی ہم نے آسمان سے
برکت کا پانی اُتارا اور بندوں کو روزی دینے کے لئے اس کے ذریعہ سے باغ اور کھیتی کا
اناج اُگایا (پارہ ۲۶ رکوع ۱۵) پس جب خود خدا اپنی پیدا کی ہوئی چیز اور اپنے مخلوق اناج کی
یہ عظمت ثابت کرتا ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر کرتا اور اسکی خلقت پر فخر کرتا اور اسکی وجہ سے
اپنے معبود ہونے پر استدلال کرتا اور اسکے سبب سے اپنی عبادت کی خواہش کرتا ہے تو خدا
کے برگزیدہ بندوں کو اس اناج کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اور پیشوایان دین کو
اُن غلوں کے متعلق کیا سبق سکھانا چاہئے؟ کیا حضرت کے لئے یہی مناسب تھا کہ اُس

مخلوق خدا کو اسی طرح بیت الخلاء میں چھوڑ دیتے؟ کیا حضرت کو یہی چاہیئے تھا کہ اس رزق
خدا کو اسی مقام پر رہنے دیتے کہ دوسرے آنیوالوں کا پاؤں بھی اسپر پڑتا اور وہ روندا جاتا اور
زیادہ میلا ہوتا رہتا؟ کیا حضرت کے لئے یہی زیبا تھا کہ اس غذائے انسانی کو وہیں ترک فرما کر
دوسروں کو بھی اس کراہت میں مبتلا کرتے کہ اس لقمہ کو وہاں دیکھیں اور جس طرح حضرت اسکو وہاں
چھوڑ دیتا اسی طرح وہ لوگ بھی پڑا رہنے دیں؟ دیوبند و سہارنپور کے عقلمند علماء و ائمہ
کرام!!! ذرہ تو فہم اور انصاف سے فرمایئے کہ حضرت نے جب اس روٹی کے ٹکڑے کو وہاں پڑا
دیکھا تو آپ کیا کرتے؟ اسکو اسی طرح وہیں چھوڑ دیتے؟ یا اٹھا لیتے؟ اگر چھوڑ دیتے تو کیا
رزق خدا کی توہین نہیں ہوتی؟ کیا مخلوق خدا کی ذلت نہیں سمجھی جاتی؟ کیا اسکے اور زیادہ میلا
ہونے کا سامان نہیں ہوتا؟ پھر کیا اہل بصیرت اس فعل کو اچھا کہتے؟ کیا اہل فہم حضرات آپکی
اس لاپروائی کو جائز رکھتے؟ کیا حضرت کا یہ فعل خدا کی نظر میں پسندیدہ سمجھا جاتا؟ کیا خدا اس سے
خوش ہوتا؟ دنیا سمجھداروں سے خالی نہیں ہے۔ عالم میں اہل معرفت و عارفان حقیقت کا وجود باقی
ہے وہ سب یہی کہیں گے کہ ہمیں امام کا یہی فرض تھا کہ اُس طعام کو جو یقیناً خدا کا پیدا کیا ہوا
رزق تھا حضرت وہاں سے اٹھالیں اور اسکو زیادہ میلا ہونے سے بچائیں اور اسکی عزت کرکے
جو درحقیقت اسکے پیدا کرنے والے کی عزت کرنا تھی اپنے پیروؤں کو تعلیم فرمائیں کہ خدا کے رزق کو
وہ بھی کہیں دیکھیں تو اسکی تعظیم کریں۔ اسی وجہ سے اسلام میں یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص پاخانہ
اور پیشاب سے فراغت کرتے مگر اسکو استنجاء کیلئے پانی نہ ملے تو اسوقت وہ اسکو کسی چیز سے
پونچھے مگر کھانے کی چیز سے نہ پونچھے (ملاحظہ ہو شرائع الاسلام ص۵ و دیگر کتب فقہ) اسی
سبب سے حضرت نے اسکو اٹھایا۔ اب اٹھانے کے بعد کیا کرتے؟ کیا پھینک دیتے؟ تو پھر اس کا
وہی نتیجہ ہوتا کہ میلے وغیرہ میں پڑ جاتا۔ اسوجہ سے حضرت نے اسکو پھینکا نہیں بلکہ دھویا۔ اب
دھونے کے بعد کیا کرتے؟ دو ہی صورتیں تھیں۔ یا کسی دوسرے شخص کو دیتے کہ لو اس کو کھاؤ
یا خود تناول فرماتے۔ دوسرے کے دینے سے معلوم ہوتا کہ حضرت تکبر کرتے ہیں تعلی کی لیتے ہیں۔
دوسروں سے اپنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ تواضع و انکسار کے خلاف کرتے ہیں۔ زہد کے منافی عمل فرماتے
ہیں۔ مساوات کے اصول کو مٹاتے ہیں۔ بلکہ جب دوسروں کو خبر ہو جاتی کہ حضرت نے اس کو

وہ لقمہ دیا جسکو بیت الخلاء سے اُٹھایا تھا اور جسکو حضرت نے خود کھانا پسند نہیں کیا ہے تو وہ حضرت سے رنجیدہ ہوتا۔ شکایت کرتا۔ اور خدا بھی ناراض ہوتا کہ تم نے اپنے کو دوسرے سے بہتر سمجھا کہ خود تو اس لقمہ کو کھایا نہیں اور دوسروں کو کھلایا۔ اور اس طرح انجیر خود نہ پسندی بدیگراں پسند کے خلاف عمل کیا۔ بلکہ ایسا کرنا حضرت شان ایمان کے خلاف سمجھتے کیونکہ مشہور حدیث ہے ان المومن من یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ویکرہ لاخیہ ما یکرہ لنفسہ یعنی مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی کے لئے بھی ہر اس چیز کو پسند کرے جسکو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اپنے مومن بھائی کے لئے بھی اُس چیز کو بُری سمجھے جسے اپنی نفس کے لئے بری سمجھتا ہے (ملاحظہ ہو اصول کافی ص ۴۵ وغیرہ) اس وجہ سے حضرت نے وہ لقمہ اپنے غلام کو دیا مگر اُس سے کھانے کو نہیں فرمایا۔ اسی خیال سے کہ اگر خود نہیں کھاؤں گا اور اس سے کھانیکو کہونگا تو یہ خود بھی دلمیں کہیگا کہ حضرت نے اپنی شان مجھ سے بڑھائی۔ اپنے کو عزت والا اور مجھے ذلیل سمجھا۔ اور خدا بھی یہی کہیگا۔ بلکہ اُس سے فرمایا کہ اسکو اپنے پاس رکھو کہ میں نکلکر خود کھاؤنگا۔ مگر حضرت کا غلام بھی معمولی غلام نہ تھا۔ خاندان رسالت کا غلام تھا۔ اہلبیت کا غلام تھا۔ امام زمانہ کا غلام تھا۔ حضرت کا صحبت یافتہ غلام تھا۔ حقائق و معارف کا خزانہ دار غلام تھا۔ اُسکو بھی حضرت کے زہد۔ تواضع۔ انکسار نفس۔ اور احترام مخلوق خدا کی تعلیم مل چکی تھی۔ وہ اس لقمہ کو جو پاک کر دیا گیا تھا۔ اور بالکل حلال وطیب وطاہر تھا یہ خیال کرکے کہ حضرت صرف اس لقمہ کی عزت واحترام کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ یہ کھایا جائے تاکہ یہ ذلت سے بچے اور اسکی بے حرمتی نہ ہو۔ اگر میں بھی کھالونگا تو حضرت کی غرض پوری ہو جائیگی اور حضرت اسپر مجھ سے ناراض نہیں ہونگے نہ حضرت کے حکم کے خلاف ہو گا کیونکہ حضرت نے مجھے اسکے کھانے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ خود اسکے کھانیکا ارادہ ظاہر فرما کر گویا اشارہ کیا ہے کہ یہ چیز کھانے کے قابل ہے اور اس طرح حضرت نے مجھے سبق دیا ہے کہ ایسی چیز ایسی جگہ دیکھوں تو میں بھی اُٹھاکر اسکی عزت کروں۔ اور اگر میں اسی وقت اپنے نفس کو زیر کرکے اسکو بھی خوشی سے کھالوں تو اچھا کام ہو گا جس سے خدا بھی خوش ہوگا اور حضرت امام بھی میرے تواضع کی قدر فرمائینگے اور میرا یہ فعل حضرت کو پسند آئیگا) کھا گیا۔ اور جیسا غلام نے خیال

کیا تھا ویسا ہی ہوا یعنی کہ جب حضرت نے اُس سے دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ وہ اُس لقمہ کو کھا گیا تو آپ نے اسکو یہ کہکر آزاد کر دیا کہ "میں اسکو بُرا سمجھتا ہوں کہ ایسے شخص سے کام لوں جو اہل جنت سے ہے"۔ جسکا مطلب اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ چونکہ اُس غلام نے بھی اُس لقمہ کی عزت کی۔ اُس مخلوق خدا کی تعظیم کی۔ اُس رزق باری کا احترام کیا۔ اسکے کھانے سے نفرت نہیں کی۔ اس سے کراہت نہیں ظاہر کی اپنی شان بلند نہیں سمجھی اور اس سے اپنے نفس کو برتر نہیں سمجھا۔ بلکہ زہد و تواضع اختیار کیا۔ اپنے کو حقیر و ذلیل خیال کیا جسکی وجہ سے خدا نے اسکو اہل جنت سے قرار دیدیا اس وجہ سے حضرت نے اسکو آزاد فرما دیا۔ تو اس لقمہ کے کھانے سے وہ غلام اہل بہشت سے نہیں ظاہر ہوا بلکہ تواضع اور تذلل کرنے سے ثابت ہوا۔ ایک اور امر ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث میں جملہ ہے فوجد لقمۃ فی القذر یعنی حضرت نے روٹی کا ایک ٹکڑا گندگی میں پایا یہ نہیں کہ فی الغائط یا فی البول یعنی پاخانہ یا پیشاب میں پایا۔ اگر پاخانہ یا پیشاب میں بھی وہ لقمہ گرا ہوتا تو دھو دینے کے بعد پاک ہو گیا تھا اسکے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ کیا ہر شخص اپنے ہاتھ سے اپنا پیشاب یا پاخانہ نہیں دھوتا ہے؟ تو پھر کیا اس وجہ سے وہ اس ہاتھ کو ترک کر دیتا ہے؟ کیا اس سے اپنی چیزیں نہیں اُٹھاتا ہے؟ کیا اس سے وہ وضو نہیں کرتا ہے؟ کیا اس سے وہ نماز نہیں پڑھتا؟ معلوم ہوا کہ جس چیز یا جس بدن میں پاخانہ پیشاب لگے وہ دھو دینے کے بعد ویسی ہی پاک ہو جاتی ہے جیسی اس نجاست کے لگنے سے پہلے تھی۔ اسی طرح اگر اس روٹی کے لقمہ میں پاخانہ پیشاب لگا بھی ہوتا تو کوئی مضائقہ نہیں تھا مگر حدیث کی عبارت پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس میں پاخانہ نہ لگا تھا نہ پیشاب کیونکہ فوجد لقمۃ فی الغائط یا فی البول نہیں ہے بلکہ فی القذر ہے جس سے صاف تبادر ہوتا ہے کہ وہ لقمہ وہاں کی زمین یا مٹی پر پڑا تھا۔ بیت الخلاء کے صرف قدمچوں میں پاخانہ پیشاب ہوتا ہے۔ باقی حصہ زمین کا خالی رہتا ہے۔ وہیں وہ لقمہ پڑا ہوگا جسکو حضرت نے اُٹھایا اور یہ ظاہر ہے کہ بیت الخلاء کی مٹی یا زمین پر ایسی کوئی چیز پڑی ہو تو اس سے وہ نفرت نہیں ہو سکتی جو پاخانہ پیشاب لگی چیز سے ہو سکتی ہے قذر کا لفظ عام ہے معمولی میل اور گندگی پر بولا جاتا ہے۔ حضرات اہلسنت کے امام علامہ وحید الزماں خانصاحب تحریر فرماتے ہیں " قذر یا قذ ارۃ پلید ہونا۔ پلید کرنا مکروہ جاننا۔ میلے پن کی وجہ سے گھن کرنا۔ رأیتہ یاکل شیئا فقذرتہ میں نے انکو ایک

چیز (مرغی) کھاتے دیکھا جو مجھکو پلید معلوم ہوئی اجتنبوا ھذہ القاذورۃ التی نھی اللہ عنھا اس پلید بات یا پلید کام سے باز رہو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا" (انوار اللغۃ پارہ ۲۴ ص ۸۵) معلوم ہوا کہ علماء دیوبند و سہارنپور نے حدیث میں سخت خیانت کی کہ قذر کا ترجمہ پائخانہ کیا۔ اس کا ترجمہ میل۔ گندگی ہے۔ یعنی حضرت نے وہ روٹی کا لقمہ زمین یا مٹی پر پایا جو میلی جگہ تھی۔ اگر پائخانہ پیشاب بھی لگتا تو پانی سے دھونے سے اسکی بو جلد جاتی نہیں اور زیادہ رگڑنے سے وہ روٹی کا ٹکڑا خود ہی ختم ہو جاتا۔ غرض صرف دھو دینے سے اس کا پاک ہو جانا خود بتاتا ہے کہ اس میں پائخانہ لگا تھا نہ پیشاب ورنہ وہ آسانی سے پاک نہ ہوتا۔ اور اس کو رگڑنا پڑتا۔ اسکی بدبو نکالنی پڑتی۔ اسمیں وقت صرف ہوتا۔ وہ اسی جگہ فوراً پاک نہ ہو سکتا۔ ہاں اسمیں صرف مٹی لگی تھی جسکو حضرت نے وہیں پانی سے دھو دیا۔ جس سے وہ لقمہ پاک ہو گیا۔ معمولی عقل بھی اس فرق کو سمجھ لیگی کہ پائخانہ یا پیشاب لگے ہوئے لقمہ کے پاک کرنے میں کیا دقت ہوگی۔ اور اسمیں کسقدر وقت صرف ہوگا۔ اور صرف مٹی لگے ہوئے لقمہ کے پاک کرنے میں کس قدر آسانی ہوگی۔ غرض حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ حضرت بیت الخلا میں تشریف لیگئے وہاں زمین پر یا مٹی میں روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ اس خیال سے کہ اسکے وہاں پڑے رہنے سے خدا کے پیدا کئے ہوئے غلہ کی توہین ہوگی اور اسے اسی طرح وہاں چھوڑ دینے کو خدا تکبر اور نفس پرستی سمجھیگا۔ حضرت نے اُٹھالیا اور پانی سے دھو دیا۔ چونکہ اُسمیں صرف مٹی لگی تھی اس وجہ سے وہ فوراً پاک ہو گیا۔ تب حضرت نے اُسے اپنے غلام کے حوالہ کیا کہ اسکو رکھو میں نکلکر کھاؤنگا تاکہ خدا اسکے اس تواضع اور تذلل سے خوش ہو۔ وہ غلام خود ہی اسکو کھا گیا۔ حضرت نے یہ خیال کرکے کہ اس غلام نے بھی وہی تواضع برتنا جسمیں کرنا چاہتا تھا۔ اُسی تذلل کو پسند کیا جسکا میں نے ارادہ کیا تھا اسکو آزاد کر دیا کیونکہ اسکے اس تواضع اور تذلل و کسر نفس سے خدا ضرور ہی خوش ہوکر اسکو بہشت میں جگہ دیگا۔ اس حدیث پر جو کچھ اعتراض ہو سکتا تھا وہ صرف کراہت نفس یا تنفر کے اعتبار کہ حضرت نے اُس سے تنفر کیوں نہیں کی جسکو عرض کیا گیا کہ یہ تنفر نفس پرستی کی علامت تھی جس کو خدا قطعاً پسند نہیں کرتا۔ اسکے علاوہ حدیث مذکور پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ نہ اسمیں یہ ہے کہ وہ لقمہ حرام تھا۔ نہ یہ ہے کہ وہ غصبی تھا۔ نہ یہ ہے کہ وہ نجس باقی رہ گیا تھا۔ نہ یہ ہے کہ اسکے

استعمال سے خدا اور رسولؐ نے منع فرمایا تھا۔ غرض کوئی شرعی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا
حضرت رسولخداؐ کا (معاذ اللہ) غصبی مال استعمال کرنا مگر حضرات علمائے اہلسنت اب ذرہ اپنے
مذہب کی خبر لیں کہ صحیح بخاری شریف پکار کر کہتی ہے کہ حضرت ابوبکر نے غصبی مال کھلایا پلایا اور حضرت
رسولخداؐ نے غصبی مال کھایا پیا۔ جب مکہ معظمہ سے مدینہ کیطرف آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی ہے اور
حضرت ابوبکر خود ہی ساتھ ہو گئے تو راستہ میں جو گزری اسکو حضرت ابوبکر یوں بیان کرتے ہیں
فاذا انا براعی غنم یسوق غنمہ فقلت لمن انت یا غلام۔ قال لرجل من قریش سماہ فعرفتہ
قلت فھل انت حالب لبنا قال نعم۔ فحلب فانطلقت بہ الی النبیؐ فقلت اشرب یا رسول اللہ
فشرب یعنی راستہ میں مجھے ایک چرواہا ملا جو بکریاں اور دنبیاں لیجا رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ بکریاں
اور دنبیاں کسکی ہیں؟ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے دودھ دو دے
اس نے دودھ دیا۔ میں اسے لیکر آنحضرتؐ کے پاس آیا اور کہا لیجئے پیجئے۔ حضرت نے پی لیا (صحیح
بخاری مطبوعہ دہلی پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۵ ۔ ۲۷۲) اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ بکریاں اور دنبیاں قریش
کے ایک شخص کی تھیں اور انکے دودھ کا مالک بھی قریش کا وہی شخص تھا۔ وہ چرواہا صرف
چرانے کا ملازم یا مزدور تھا۔ اسے دودھ لینے کا حق نہیں تھا مگر حضرت ابوبکر نے اسکو دودھ دینے
کا حکم دیا وہ اکیلا تھا حضرت ابوبکر سے ڈر کر دودھ دوہ دیا لہذا وہ دودھ یقیناً غصبی اور حرام
ہوا کیونکہ بغیر مالک کی اجازت کے دوہا گیا۔ لہذا اس کا پلانا حضرت ابوبکر کے لئے اور پینا
حضرت رسولخدا صلعم کے لئے ناجائز تھا۔ اور آپ کی صحیح بخاری کہتی ہے کہ ان دونوں
نے یہ حرام کام کیا حرام دودھ پلایا اور پیا۔ حالانکہ حضرت رسولخدا صلعم کی ذات اس سے
بلند تر ہے۔ حضرت نے حضرت ابوبکر کا اونٹ تک تو بے جو گئی قیمت دیئے لیا نہیں
وہ غصبی دودھ کیونکر پیتے؟

معاذ اللہ حضرت رسولخداؐ بتوں کے تھان کا ذبیحہ کھایا کرتے تھے آگے امام بخاری یہ بھی لکھتے ہیں عن رسول
اللہؐ انہ لقی زید بن عمرو بن نفیل فقدم الیہ رسول اللہ سفرۃ فیھا لحم فابی ان یاکل منھا ثم قال انی لا
آکل مما تذبحون علی انصابکم ولا آکل الا مما ذکر اسم اللہ علیہ یعنی حضرت رسولخداؐ زید بن عمرو بن
نفیل سے ملے تو آپ نے اسکے سامنے وہ دسترخوان بچھایا جسمیں گوشت تھا۔ تو زید نے اسکے کھانے
سے انکار کیا اور حضرت سے کہا میں وہ گوشت نہیں کھا سکتا جسکو تم لوگ اپنے بتوں کے تھان پر

ذبح کرتے ہو اور نہ اسکو کھاتا ہوں جو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو (صحیح بخاری پارہ ۲۴ صفحہ ۳۰) جناب مولوی وحیدالزماں خانصاحب اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی اُس بُت یا پتھر کیطرف جہاں مشرک جانور کاٹا کرتے تھے یا اُس پتھر کیطرف جس کے سامنے مشرک جانور کاٹ کر اسکو رنگ دیتے تھے۔ اُس پتھر کا پوجا بھی کرتے تھے۔۔۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایسے جانور میں سے کیسے کھایا اور بُت کے سامنے ذبح کرنا کیسے گوارا کیا" (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ صفحہ ۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت رسولخدا صلعم (معاذ اللہ) بُتوں کے تھان پر جانور ذبح کرکے کھایا کرتے تھے۔ اور اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر ذبح کرکے بھی کھایا کرتے تھے۔ جس سے بعض کافر بھی نفرت کرتے۔

(معاذ اللہ) حضرت رسولخدا صلعم شراب بھی پیتے تھے

اب یہ بھی ملاحظہ ہو کہ آپ حضرات کے بزرگان دین پیشوایان مذہب صحابہ کرام تابعین فخام اور علماء و محدثین عظام نے اسکو بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت رسولخدا معاذ اللہ شراب پیتے تھے۔ چنانچہ آپ حضرات کے پیشوائے اعظم جناب مولوی شیخ عبدالحق صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں" مسجد فضیخ ... در وقتے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ بنی النضیر کردہ بود قریب آں قبہ زدہ بود و در موضع ایں مسجد شش روز نماز گزاردہ بود بعد ازاں در آنجا بنائے مسجد کردند۔ ابن شیبہ و ابن زبالہ آوردہ اند کہ ابو ایوب و جماعۃ از انصار ہم در موضع ایں مسجد نشستہ فضیخ کہ نوعے از مشروبات است استعمال می کردند۔ چوں آیت حرمت خمر نزول یافت باستماع ایں خبر بند دہاں سقا را کشادہ دادند فضیخ کہ دروے بود ہم دراں موضع ریختند ازاں جہت او را مسجد فضیخ گویند و امام احمد در مسند خویش از حدیث ابن عمر آوردہ کہ ہم دریں موضع پیش آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کوزہ از فضیخ آوردند و آں را بخورد ازیں جہت او را مسجد فضیخ گویند" یعنی مسجد فضیخ کا بیان جس زمانہ میں کہ حضرت رسولخدا بنی نضیر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اس کے قریب قبہ قائم کیا تھا اور اُسی مسجد کی جگہ چھ رکعت نماز پڑھی تھی اسکے بعد لوگوں نے وہاں اسی مسجد فضیخ کو بنایا۔ ابن شیبہ اور ابن زبالہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ابو ایوب انصاری اور دوسرے انصار بھی اس مسجد کی جگہ بیٹھے ہوئے فضیخ پیتے تھے جو ایک قسم کی شراب تھی

جب شراب حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے اس خبر کو سُنکر اس مشک کا دہانہ جسمیں فضیخ شراب تھی کھولدیا۔ اور جو کچھ فضیخ شراب اُس میں تھی اُسی جگہ بہا دیا اس وجہ سے لوگ اس مسجد کو مسجد فضیخ کہنے لگے۔ اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عمر کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ ابن عمر کی یہ حدیث لکھی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اسی جگہ لوگ حضرت رسولخدا کے پاس فضیخ شراب کا ایک پیالہ لائے اور حضرت نے وہ شراب پی لی اس وجہ سے اُس کو مسجد فضیخ کہنے لگے (جذب القلوب مطبوعہ مطبع قدوسی صـ ۲۰۲) حضرت رسولخدا صلعم کے شراب پینے کی روایت آپ حضرات کی ایک ہی کتاب میں نہیں ہے بلکہ بہت سی کتابیں اس مقدس مضمون سے بھری پڑی ہیں۔ آپکے علامہ نور الدین علی سمہودی بھی تحریر فرماتے ہیں ان احمد روی فی مسندہ من حدیث ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اتی بفضیخ فی مسجد الفضیخ فشربہ فلذلک سمی مسجد الفضیخ الخ ورواہ ابو یعلی ولفظہ اتی بجر فضیخ ینش وھو فی مسجد الفضیخ فشربہ فلذلک سمی مسجد الفضیخ یعنی امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عمر کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر کا بیان لکھا ہے کہ مسجد فضیخ کے اندر حضرت رسولخدا صلعم کے پاس فضیخ شراب لائی گئی۔ اور حضرت نے اسکو پی لیا۔ اسی وجہ سے اُس کا نام مسجد فضیخ ہوگیا۔ اس مضمون کو ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت کے پاس مسجد فضیخ میں فضیخ شراب کی ایک مٹکی لائی گئی۔ اُس مٹکی کی شراب جوش مار رہی تھی۔ حضرت نے اس شراب سے پیا اسی وجہ سے اُس مسجد کو مسجد فضیخ کہنے لگے (کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ ۲۳)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎ ہر گناہے کہ کُنی در شب آدینہ بکن۔ تا ز صدر نشینان جہنم باشی۔

یعنی تمہیں جو گناہ کرنا ہے اُسے خاصکر شب جمعہ میں کرو تا کہ جہنم کے صدر نشینوں سے ہو جاؤ۔ اسی طرح حضرت رسولخدا کو بھی شراب پینا تھا تو گھر میں پینے سے وہ لطف کیونکر ملتا جو خاص خانہ خدا۔ اور مسجد میں استعمال کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اسوجہ سے حضرت نے عین مسجد میں شراب خواری کی۔ اور وہ بھی چھوٹی بوتل میں نہیں آئی۔ کسی پیالے میں نہیں آئی پوری مٹکی حضرت ہی تنہا پی گئے یا اور لوگوں کو بھی اسمیں سے دی۔ اور ملاحظہ ہو۔ حضرات اہل سنت

کی کتب احادیث میں کنز العمال نہایت مستند کتاب اور بہت بڑا ذخیرہ احادیث ہی اور نہایت اہتمام سے ریاست حیدر آباد دکن میں ۸ جلدوں میں طبع کیگئی ہے۔ اسمیں یہ مضمون موجود ہے۔ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبسرا وهو راکب علی بغلة فقال عبد اللہ لنا ان عوها حمارة شامیة فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقامت امی فوضعت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطیفة علی حصیر فی البیت جعلت تؤثرها له فلما جلس علیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لطئت بالحصیر فقدم لهم الی تمرا اشغلهم به وامرانی فصنعت لهم حشیشا وکنت انا الخادم فیما بین الی وامی وکان الی لقائم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلما فرغت امی من الحشیش جئت احمله حتی وضعته بین ایدیهم فاکلوا اشربا سقاهم فضیخا فشرب صلی اللہ علیہ وسلم وسقی الذی من یمینه ثم اخذت القدح حین نفد ما فیه تلانه فخبثت به الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعطاللذی انتهی الیه القدح فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الطعام قال الی فقال اللهم ارحمهم واغفر لهم وبارك لهم فی رزقهم فمازلنا نتعرف من الله عزوجل السعة فی الرزق یعنی عبد اللہ بن بسر بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے باپ کے ہاں آئے اور آپ خچر پر سوار تھے جسکو ہم لوگ حمارۃ شامیہ کہا کرتے تھے اور حضرت میرے گھر میں اپنے اصحاب کے ہمراہ داخل ہوئے تو میری ماں کھڑی ہوگئی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر کے ایک بوریہ پر چادر بچھادی۔ پس جب آنحضرت صلعم اُس چادر پر بیٹھ گئے تو میرے باپ نے کچھ کھجور لاکر حضرت کے سامنے رکھدی تاکہ آپ اُس کے کھانے میں مشغول ہوں اور میری ماں سے کہا کہ ان حضرات کے لیے حشیش[1] بناسے

[1] علامہ وحید الزماں انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور جلد ۶ صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں نجات حشیشہ وہ حشیشہ لیکر آئی۔ حشیشہ وہ کھانا جو گیہوں کے پیسکر بناتے ہیں اُسمیں گوشت یا کھجور ڈالتے ہیں۔

تو میری ماں نے اُسے بنایا اور میں اپنے باپ اور ماں کے درمیان خدمت انجام دیتا تھا اور میرا باپ جناب رسالتمآب صلعم اور اُنکے اصحاب کی خدمت اور خاطر مدارات میں مشغول تھا غرض جب میری ماں حشیش بنا چکی تو میں نے اسے اُٹھا کر لایا اور اُن حضرات کے سامنے رکھدیا تو کُل حضرات نے اُسے کھایا۔ پھر اُنھیں شراب پلائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شراب پی اور خود ہی حضرت نے شراب کا وہ ظرف اپنے اُن صحابیوں کو دیا جو آپکے داہنے جانب تھے۔ اُن سب نے بھی وہ شراب پی اور جب وہ برتن شراب سے خالی ہو گیا تو میں نے اُسے لیا اور بھر کر پھر حضرت کی خدمت میں لایا تو حضرت نے فرمایا جو لوگ بچگئے ہوں اُنکو پلاؤ۔

غرض جب جناب رسالتمآب صلعم اس دعوت سے فارغ ہو چکے تو ہم لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور کہا اے اللہ ان لوگوں پر رحم کر۔ ان لوگوں کو بخشدے اور ان کے رزق میں برکت دے۔ تو اُس وقت سے ہم لوگ برابر اپنے رزق میں برکت پا رہے ہیں۔ انتہیٰ۔ (کتاب کنز العمال مطبوعہ ریاست حیدر آباد دکن جلد ۷ صفحہ ۶۳) اس روایت میں اصل عبارت ثم سقاھم فضیخا ہے جو شراب کا نام ہے۔ اگر کسی شخص کو اسکے معنی میں شک ہو تو وہ کتب لغت میں دیکھ کر تحقیق کر لے سکتا ہے۔ چنانچہ قاموس میں ہے الفضیخ عصیر العنب وشراب یتخذ من البسر۔ یعنی فضیخ انگوری شراب کو کہتے ہیں اور وہ شراب ہے جو خشک اور گدر کھجور سے ملا کر بنائی جاتی ہے۔ اور منتہی الارب میں ہے فضیخ کامیر دو شابیکہ انگور و شرابے است کہ از عصارۂ غورہ خام ساز ند۔ اور صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں ہے عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنت اسقی اباعبیدۃ وابا طلحۃ وابی بن کعب من فضیخ زھو وتمر فجاءھم اٰت فقال ان الخمر قد حرمت فقال ابوطلحۃ قم یا انس فاھرقھا فاھرقتھا یعنی انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں ابو عبیدہ اور ابو طلحہ اور ابی بن کعب کو فضیخ (گدر اور خشک کھجور کی شراب) پلا رہا تھا تو ایک شخص نے آکر کہا شراب حرام کر دیگئی ہے تو ابو طلحہ نے کہا اے انس اُٹھو اور اس فضیخ کو زمین پر بہا دو پس میں نے بہا دیا۔ اور صحیح مسلم مطبوعہ دہلی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ میں ہے عن انس بن مالک قال کنت ساقی القوم یوم حرمت الخمر فی بیت ابی طلحۃ وما شرابھم الا الفضیخ البسر والتمر فاذا

[illegible] وينادى [illegible] فخرجت فاذا اسنا وينادى الا ان الخمر قد حرمت
[illegible] فجرت فى سكك المدينة فقال لى ابو طلحة اخرج فاهرقها فهرقتها۔

یعنی انس بن مالک کہتے ہیں کہ جس روز شراب کا حرام ہونا ثابت ہوا اُس روز میں ابو طلحہ کے گھر میں ایک ساقی بنا ہوا تھا اور ان کی شراب فضیخ کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی۔ (یعنی جو شراب تھی وہ یہی فضیخ) کہ ناگاہ ایک شخص ندا دینے لگا تو ابو طلحہ نے کہا باہر جاکر دیکھو کیا ہے۔ میں نکلا تو منادی کر رہا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ شراب حرام کر دی گئی۔ اسی مدینہ کی گلیوں میں فضیخ بہنے لگی (یعنی سب لوگوں نے اسے پھینکدیا) یہ سنکر ابو طلحہ نے کہا اے انس اس شراب کو لیجاؤ اور بہادو تو میں نے بہادیا اور اسی صفحہ میں ہے سألوا انس بن مالک عن الفضیخ فقال ما کانت لنا خمر غیر فضیخکم ھذا الذی تسمونه الفضیخ یعنی لوگوں نے انس بن مالک سے فضیخ کو دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے تو کہا کہ ہم لوگوں کی اور کوئی شراب اس شراب کے سوا تھی ہی نہیں جس کا نام تم لوگوں نے فضیخ رکھا ہے۔ اور انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پارہ ۲۰ صلا۷ میں ہے فضیخ وہ شراب جو گدر کھجور سے توڑ کر بنائی جائے (پارہ ۲۰ صلا۷) (باقی آئندہ)

ہمیشہ رہنے والی شیرینی

وزیر مؤید الدین قمی کا غلام بدر الدین ایاز بیان کرتا تھا کہ میرے آقا (وزیر مؤید الدین) نے ایک رات میں مجھے بلا کر کہا کہ "اس وقت میرے لئے کوئی عمدہ میٹھی چیز بنا کر لاؤ" اس کا حکم پاتے ہی انواع و اقسام کی مٹھائیاں بنا کر اسکے پاس حاضر کی گئیں۔ تب اُس نے مجھ سے کہا "کیوں ایاز! کیا تم ایسی کوئی تدبیر کر سکتے ہو جس سے یہ مٹھائیاں میرے لئے قیامت تک باقی رہیں۔ اور کبھی نہ خراب ہوں نہ کم ہوں نہ ختم ہوں؟ ہمیشہ مجھے مزہ دیتی رہیں"۔ میں نے عرض کی "سرکار! یہ حضور کیا فرماتے ہیں؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا یہ ممکن بھی ہے؟"۔ وزیر نے تب جواب دیا کہ "ہاں! ابھی ان کل مٹھائیوں کو میرے پاس سے اُٹھا کر شہر کاظمین میں (جہاں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور حضرت امام محمد تقی علیہما السلام کا روضہ ہے اور وہاں شیعہ بھی بہت آباد ہیں) لے جاؤ اور ان کل مٹھائیوں کو یتیم سادات بچوں کے سامنے

رکھدو کہ اس طرح یہ کل مٹھائیاں میرے لئے قیامت تک باقی رہیں گی" - ایاز کہتا ہے کہ اس پر میں نے عرض کی "حضور کا یہ حکم میرے سر اور آنکھوں پر" - میں اُسی وقت کہ آدھی رات ہوگئی تھی اُن کل مٹھائیوں کو لیکر شہر کاظمین ع میں خود گیا - وہاں کے دروازوں کو کھلوایا - اور سادات کے یتیم بچوں کو جگوایا اور وہ سب مٹھائیاں اُن لوگوں کو دیکر واپس چلا آیا - (مجانی الادب مطبوعہ بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۱)

معویہ اور جناب عقیل

عربی زبان میں بصر سے دو لفظ نکلے ہیں ایک بصارت دوسرا بصیرت - بصارت معنی آنکھوں کی روشنی - اور بصیرۃ معنی دل کی روشنی - یا عقل سمجھ - نور ایمان - اِن دونوں لفظوں کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ ایک زمانہ میں جناب امیرالمومنین ع کے بڑے بھائی جناب عقیل بن ابی طالب ع معویہ کے ہاں گئے تھے - اس زمانہ میں آپکی آنکھ کی روشنی جاتی رہی تھی - وہیں کے قیام میں ایک روز آپ معویہ کے پاس پہونچے تو اُس نے آپکو اپنے تخت پر بیٹھالیا - پھر کہا انتم معشر بنی ھاشم تصابون فی ابصارکم یعنی اے بنی ہاشم میں دیکھتا ہوں کہ اکثر تم لوگوں کی بصارت جاتی رہتی اور آنکھ کی روشنی سے تم لوگ محروم ہوکر اندھے ہوجایا کرتے ہو! اس پر جناب عقیل نے برجستہ فرمایا وانتم معشر بنی امیہ تصابون فی بصائرکم یعنی اے بنی امیہ! اور میں دیکھتا ہوں کہ اکثر تم لوگوں کی بصیرت جاتی رہتی اور دل کی روشنی سے تم لوگ محروم ہوکر بے ایمان ہوجایا کرتے ہو (مجانی الادب جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

ایک قاضی کا عجیب فیصلہ

کوئی عورت ایک قاضی صاحب کے پاس (جو غالباً اہلسنت ہی سے ہونگے) آئی اور کہا میرا شوہر مرگیا - اُس نے کچھ مال اور اپنے والدین اور بی بی اور ایک لڑکے اور دوسرے اعزہ کو چھوڑا ہے - مال کیونکر تقسیم کیا جائے قاضی صاحب نے کہا والدین کو تو رونا دھونا - لڑکے کو یتیمی - زوجہ کو دوسرا شوہر - اور باقی اعزہ کو انکی تعداد میں کمی اور ذلت ملیگی - اور مال سب میرے پاس پہونچا جاؤ تاکہ اُسکی وجہ سے تم لوگوں میں لڑائی نہ ہو (مجانی الادب جلد ۲ صفحہ ۲۰) سید محمد باقر کجھوی متعلم مدرسۂ ایمانیہ بنارس

قبول حق الحمد للہ کہ بہت کثرت سے ہمارے سنی بھائی اپنے مذہب کو ترک کر کے مذہب حق شیعہ کو قبول کرتے جاتے ہیں ۔ مگر چونکہ ان کو مختلف مصائب میں مبتلا کیا جاتا اور ان پر ظلم وستم کے بڑے پہاڑ ڈھائے جاتے ہیں ۔ اس وجہ سے وہ سالوں میں شایع کرانا پسند نہیں کرتے ۔ حال میں عالی جناب نواب امیر زماں خانصاحب و عالی جناب رمضان علی صاحب و عالی جناب کالے خاں صاحب معرزین شہر فرخ آباد (صوبہ متحدہ) نے تحقیق کامل کے بعد مذہب اہلسنت کو ترک کر کے خدا و رسولؐ کے سچے دین اور صراط مستقیم شیعہ کو اختیار کر لیا ۔ اور اس رسالہ میں اعلان کی اجازت بھی دیدی ۔ آخر الذکر بزرگ نے اب اپنا نام ہدایت علی رکھا ہے ۔ خدا کل حضرات کو مبارک کرے کہ نجاۃ کی سند حاصل کر لی اور آپ حضرات کے ذریعہ سے بھی دوسرے ہزاروں سنی بھائیوں کو مذہب حق قبول کرنے کی توفیق بخشے ۔

التماس (۱) میری جوان بیٹی جسکی چشم راست کی بینی (ناک) کے ساتھ ایک زخم ناسور کی شکل کا ایک سال سے ہے اور پیپ چلتی رہتی ہے جس کو پنجابی میں کاگ نہدرا اور فارسی میں غرب کہتے ہیں ۔ جسکے بہت علاج کئے گئے اپریشن بھی ہوا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ اگر کسی صاحب کو مجرب علاج معلوم ہو تو اس پتہ سے مطلع فرمائیں ۔ منشی احمد جان ٹھیکہ دار ہیڈ آرڈمڑ ضلع ہوشیار پور (پنجاب) (۲) محترمی جناب زکی حسن صاحب رئیندار فاضل پور ضلع سارن کے جوان پوتے عزیزم ظہور حسن صاحب سلمہ بہت علیل ہیں ۔ مومنین دعا فرمائیں کہ خدا جلد صحت تام عطا فرمائے ۔

ابن سعود سے انتقام جب سے ابن سعود نے روضہائے مقدسہ کے ساتھ بے ادبی کی ہر خالص شیعہ کے دل میں آگ لگی ہے مگر انتقام کی راہ نہیں معلوم ہوتی ۔ اب جو حضرات اس امر کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مجھ سے خط و کتابت کریں ۔

سید صفدر حسین ۔ پنجتن آباد ریاست بہاولپور (پنجاب)

اخبار غم افسوس کہ (۱) ہمارے محترم اور مقدس بزرگ عمدۃ العلما جناب مولانا السید نظر حسین صاحب قبلہ دام ظلہم (بھیکپور ضلع سارن) کی سعید صالحہ

صاحب زادی فاطمہ مرحومہ جن کی شادی ڈھائی [illegible] ہوئی تھی مولوی ظہیر حسین
صاحب دام عزہ کے جوان صالح صاحب زادے سید علی [illegible] سے ہوئی تھی [illegible]
کو عالم مسافرت میں بمقام موتیہاری انتقال کیا [illegible]
غشی طاری ہوئی جو ۲۸ گھنٹہ رہی اور اسمیں وہ [illegible] ہو گئیں۔ [illegible]
سخت صدمہ ہے۔ مگر مشیت ایزدی میں چارہ نہیں۔ خدا مولود کو زندہ [illegible]

(۲) اصلاح کے بہت قدیم ہمدرد جناب منشی سید الطاف حسین صاحب [illegible] پنشنر
ساکن [illegible] نے ۶ جمادی الاخری کو انتقال کیا۔ مرحوم بڑے پابند مذہب اور
علوم دینیہ کے شائق تھے۔ خدا مرحوم کے چھوٹے بھائی [illegible] سید سردار علی صاحب
ریٹائرڈ سب جج حصار کو جو صدمہ ہو کم ہے۔

(۳) محترمی جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم۔ اے کے بھتیجے نے جو جوان
سعید و صالح اور اپنی بیوہ ماں کے اکیلے فرزند اور دوسو ۲۰ روپیہ ماہوار کے ملازم تھے
اور آئندہ بہت کچھ ترقی کی امید تھی جمادی الاخری میں دفعتہ تخمہ سے انتقال کیا اور
ایک بیوہ ماں اور ایک لاولد بیوہ بی بی چھوڑی۔ اُف کس قدر سخت حادثہ ہے اور اس خاندان پر کیا گزر گئی
ہوگی مگر خاندان اہلبیت کے تصور سے اپنی ہر مصیبت خفیف نظر آتی ہے۔ خدا کل مرحومین کے درجات
عالی کرے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب ان کی روحوں
کو ایصال کر کے مثاب ہوں۔

قابل توجہ علماء شیعہ

فی زماننا تعلیمی کمزوری مذہب حق کی تبلیغ میں مانع ہے خصوصاً
کتب اربعہ کی عدم واقفیت کہ تاحال انکا ترجمہ اردو میں نہیں ہوا۔ علماء کرام اس طرف جلد
توجہ فرمائیں۔ سننے میں آیا ہے کہ کافی کا ترجمہ فریق مخالف نے شروع کر دیا ہے جسکا اثر
مذہب حقہ پر جو ہوگا حضرات سمجھ ہی سکتے ہیں۔ میری رائے میں تھوڑا تھوڑا ترجمہ طبع ہوکر
ماہوار مومنین کو بذریعہ وی۔ پی پہنچتا رہے تو خریداروں کے لئے بھی بار گراں نہ ہو اور
اشاعت میں بھی بآسانی کامیابی رہے۔ اگر کوئی صاحب اس کار خیر کیطرف قدم اٹھائیں تو میں نظر
ادیں جو صاحب بھی اس درخواست کو پڑھیں کم از کم دس خریداران کی درخواستیں انکی خدمت میں قبل از وقت
بھجوا دیں تاکہ اس نیک ارادہ کی کامیابی مذہب حقہ کیلئے کار مفید ثابت ہو۔ ٭

٭ پیشکش: سید غلام مصطفیٰ شاہ جعفری شیرازی سیاہ پوش ساکن درگاہی والا ڈاکخانہ تجارہ جھنگ
(ضمیمہ [illegible] ایڈیٹر)

اپیل سنیان فیض آباد و جواب شیعیان آل اللہ امجاد

فیض آباد کے ایک وکیل صاحب ملقب بہ خانصاحب نے بارہ انگل کی تقطیع پر ایک پمفلٹ اگست ۱۹۳۵ء میں بہ اعانت اہل سنت شائع کیا جسمیں فیض آباد کی نویں ربیع الاول کے قدیم جلسہ مبارک و مقدس کی بیحد توہین کی اور اپنے تئیں سید بھی ظاہر کر کے مرافع نے اس محترم جلسہ کو تھیٹر کا خطاب دیا جو سخت گستاخی ہے کیونکہ یہ جلسہ مسرت ائمہ معصومین میں سے خاص جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منسوب ہے جسکی ابتدا قاتل شہید کربلا یعنی عمر سعد ملعون کے سر بریدہ پیش ہونے پر ہوئی ہے۔ اس دو صفحہ کے پمفلٹ میں اس جلسہ مقدس کے بہانہ سے شیعیان حیدر کرار کی عموماً اور شیعیان فیض آباد کی خصوصاً توہین میں کوئی کسر نہیں رکھی اور باوجود اس ناشائستہ جرأت کے مرافع نے اپنے تئیں شیعہ ظاہر کر کے قوم شیعہ کو ذلیل بھی کیا ہے۔

۱۔ مرافع اگر شیعہ ہوتا تو اسکو ضرور معلوم ہوتا کہ ہر اہلسنت شیعہ کی صورت سے بیزار اور اُن کے خون کا پیاسا اور اُن کے ہر مذہبی عمل سے نافرو کارہ ہے۔ نویں ربیع الاول کے محترم جلسہ کا تو صرف بہانہ ہے وہ تو مجالس عزاء حسینؑ۔ ماتم۔ نوحہ خوانی۔ سوز خوانی۔ مرثیہ خوانی۔ تعزیہ۔ علم۔ ضریح۔ دلدل۔ ذوالجناح۔ تربت۔ حتی کہ نماز۔ اذان تک سے بیزار اور اُن سب کو بند کرانا چاہتا ہے۔ حالانکہ بدیہی امر ہے کہ اعمال مذکورہ میں سنیوں کے صحابہ کرام کا نام تک نہیں آتا۔ اسی بیزاری کی بنا پر مظاہرات مذکورہ کے وقت ہند۔ سندھ۔ گجرات۔ بمبئی۔ کاٹھیاوار۔ بنگال۔ بہار۔ اڑیسہ۔ مدراس۔ پنجاب میں ہر سال اشتہار بازی۔ پشت مشت۔ مارپیٹ۔ فوجداری ہوتی رہتی ہے بلکہ پنجاب کے سرحدی ملک پر تو آج سے دو سال قبل کئی ہزار شیعہ بجرم شیعیت قتل کر دیئے گئے۔ حالانکہ اُن ہنگاموں میں ربیع الاول کے جلسہ کی شکایت نہیں۔ اسی طرح امکی سال بھی کئی مقام پر عشرہ محرم کی عزاداری روک دی گئی۔ پس سنیوں کی بیزاری لاعلاج ہے۔

۲۔ مرافع اپنی تحریر سے گریجویٹ معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر یہ شیعہ ہوتا تو غور کرتا کہ [illegible]

بدمعاش ہر سال مجالس حسینؑ اور علامات غم حسینؑ کو کفر و شرک لکھکر شایع کیا کرتے ہیں - یہ کیوں اور کس غرض سے کیا افعال لغو و ناجائز کے لئے اُنکی زبان میں اور لفظ نہیں ہیں مگر علامات غم حسینؑ کو کفر و شرک کہنے سے یہ غرض ہے کہ عزاداران حسینؑ واجب القتل ہیں پس ان کو قتل کر دینا چاہیئے - کیونکہ کافر و مشرک کا خون شریعت میں معاف ہے اور ایسے قاتلوں سے نہ قصاص لیا جائیگا اور نہ دیت یعنی جرمانہ پس مرافع جب اہلسنت کی ایسی نیت کی مذہبی حد معلوم کر لیتا تو بنظر صیانت قوم سادات و حمایت مذہب اہلسنت سے ضرور کہتا کہ جب تفاسیر قرآن اور تمہاری صحاح وغیرہ سے تمہارا خدا - ملائکہ اور تمہارے انبیاء اور بالخصوص تمہارے وہ رسولؐ کہ جنکی تم اُمت کہلاتے ہو وہ اور تمہارے صحابہ کرام یہ سب مشرک پائے جاتے ہیں اور اُن سب کے تم ماننے والے ہو تو تم بھی مشرک ہو پس پہلے تم اپنے گروہ کو قتل کراؤ اُس کے بعد شیعہ واجب القتل ہو سکیں گے -

۳ - مرافع اگر شیعہ ہوتا تو بمقابلہ اہلسنت یہ حجت ضرور پیش کرتا کہ فرقہ شیعہ بعض مقدس ہستیوں کے مصائب پر نوحہ و ماتم کرتا ہے وہ آپکو ناگوار ہے اور بعض بداعمالوں کے قتل پر خوشی کرتا ہے تو وہ بھی آپکو پسند نہیں - تو کیا آپ خدائی کے ٹھیکہ دار ہیں - کیا فرقہ شیعہ آپکو خط غلامی لکھدے یا اپنا مذہب ترک کردے یا اس دنیا سے کسی دوسری دنیا میں نکل جائے یا آپ کیطرح رسولؐ و عترت رسولؐ سے بے غرض ہوجائے بولو کیا کرے -

نوٹ :- شیعہ نما مرافع اور اسلام نما لیڈروں سے گورنمنٹ ہوشیار رہے کہ یہ لوگ بجبر دیگر فرقہ شیعہ سے اُن کا مذہب ترک کرا کے سوراج - خلافت - ترک موالات سول نافرمانی کی نئی فوج بھرتی کرنے کی دُھن میں لگے رہتے ہیں - چونکہ قدامت سے شیعہ مخالفت گورنمنٹ کے کسی مخالف ہنگامہ میں آج تک شریک نہیں ہوئے - لیکن عزاداری حسینؑ ترک ہونے پر شیعہ ضرور سُنی ہوجائیں گے - لہذا گورنمنٹ ہند ہر صوبہ میں اس کا سد باب کرے -

۴۔ مرافع نہ سادات فاطمیہ سے ہے نہ سادات علویہ سے بلکہ سادات امویہ سے پایا جاتا ہے یا سادات عباسیہ سے اور نہ مرافع شیعیان علیؑ سے ہے بلکہ وہ شیعہ معاویہ ہے یا شیعہ عثمانیہ اور جو بالفرض سادات فاطمیہ اور شیعیان علیؑ سے کسی زمانہ میں منسوب بھی ہوگا تو تبدیلی مذہب کے سبب فرزند نوح کیطرح لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ کے تحت میں آچکا ہے کیونکہ مرافع کے پمفلٹ سے ثابت ہے کہ اس نے فیض آباد کے سُنیوں کے چار یاری جھنڈے کی توہین نہیں کی بلکہ اُنکی چار یاری نظموں کو بے عیب و جرم بتایا۔ دوم سُنیوں کے جرم ہڑتال کو جو مسافر شیعوں کے تکلیف پہنچانے کی نیت سے کیگئی تھی اُسکو ظلم نہیں ظاہر کیا بلکہ مقلی شیعوں نے مسافروں کے پیٹ بھرنے کے لئے کھانے اور ترکاری کی چند دوکانیں کھولیں تو اُس کو شیعوں کا بائیکاٹ خطاب دیا جس سے مرافع کی یہ نیت ثابت ہوئی کہ اُس نے اہلسنت کو دو بائیکاٹ کرنیکا سبق اور نئی تحریک و اشتعالک دی۔ جو فیض آباد کی گورنمنٹ کے لئے بھی بدنامی کا سبب ہوسکیگی۔ پس یہ چار دن باتیں مرافع کو سیادت فاطمیہ اور مذہب جعفریہ سے خارج کر رہی ہیں۔

۵۔ مرافع اگر شیعہ اثنا عشریہ ہوتا تو اہلسنت کو ضرور سمجھاتا کہ جلسہ کو رمیں عمر سعد ابن زیاد۔ ابن الکاہل۔ ابن نمیر۔ شمر۔ ابن معاویہ کی ضرور توہین اور ان پر لعنت کیجاتی ہے۔ اگر یہی ملعون آپ کے صحابہ کرام ہیں تو ڈوب مرنا چاہیئے کیونکہ بکثرت علمائے اہلسنت نے بھی ان پر لعنت کرنی جائز لکھی ہے اور آپ اُن کو صحابہ کرام بتاتے ہیں۔ مقام شرم ہے۔

۶۔ مرافع اگر مریدِ پنجتنؑ ہوتا تو اُس کا اعتقاد ضرور ہوتا کہ خدا تعالیٰ سے بڑھکر کوئی باحیا ہوسکتا ہے اور نہ رسول کریمؐ سے بڑھکر صاحب خلق عظیم۔ مگر یہ منزہ مبرا بے عیب ہستیاں اپنے دشمنوں کو فاحشہ گالیاں دینے میں باک نہیں رکھتیں اور اُنکی فاحشہ توہین سُننے میں شرم نہیں کرتی ہیں۔ چنانچہ سُنیوں کے سیف اللہ یعنی خالد کے باپ ولید بن مغیرہ کو قادر مطلق نے تو دس گالیاں قلمبند دی ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھکر ہیں چنانچہ سورۂ نون والقلم میں ہے۔ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ

ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ یعنی اے پیغمبر تم ایسے شخص کی باتوں میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا۔ ذلیل۔ عیب جو۔ چغلخور۔ نیکی سے روکنے والا گنہگار۔ مونہہ پھٹ۔ ولدالزنا بھی ہے (تفسیر زمخشری ابوسعود وغیرہ) اب ایمان سے بولو کیا ولدالزنا سے بھی بڑھکر کوئی مخرب اخلاق گالی ہے۔ اسی طرح سرور کائنات کے دربار عام میں جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ہجو کفار میں اپنا رائیہ قصیدہ پڑھا جسکے دو شعر یہ بھی ہیں:-

لعن الالہ زوجہا ومعہا ✲ الھند الھنود طویلۃ البظر

فرجت عجیزتہا ومترجہا ✲ من نصہا نصا علی قھرتب (اغانی)

یعنی ہندہ اور اُس کے شوہر ابوسفیان پر لعنت ہے۔ وہ ہندہ کہ جس کا اندام شرم آگے بڑھا ہوا ہے۔ ہند کے چوتڑ اور فرج زخمی ہوگئی ہے بے انتہا جماع کرانے کی ضربوں سے۔ پس جو باتباع تخلقوا باخلاق اللہ اور تقلید اسوۂ حسنہ دشمنان رسولؐ عترت رسولؐ کو فاحشہ گالیاں دیتے ہیں وہ عین اسلام ہے اور اُنکو مخرب اخلاق کہنے والا خارج عن الاسلام۔

۷۔ رافع اگر شیعہ ہوتا تو بمقابلہ اہلسنت ضرور کہتا کہ تمہاری مذہبی کتب کی رُو سے تمہارا خدا۔ ملائکہ۔ تمہارے انبیا و مرسلین و امہات المومنین۔ اصحاب المکرمین کی توہین اجماعاً جائز و حلال پائی جاتی ہے اور بالخصوص رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی توہین اس قدر ہے کہ وہ کسی اخلاقی و شرعی بلکہ تعزیرات ہند کی بعض دفعہ کے جُرم سے بری نہیں پائے جاتے۔ جنکی تفصیل ابحاث ہفوات المسلمین و تادیب المخالفین حصہ اول و دوم و صفات الماموین مشتمل علی رد قبض الیدین میں مع حوالجات درج ہیں اور برسوں سے وہ کتب بدرخواست اخراج شایع ہیں اور ہمارے دفتر سے طلب ہوتی رہتی ہیں۔ پس ایسے توہین شعار مذہب کے اہل مذہب کو شرعاً و قانوناً حق نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاں کی توہینی روایات و احادیث کے ناقل پر توہین کا الزام لگا سکے۔

۸۔ مرافع اگر شیعیان علیؑ سے ہوتا تو سُنیوں کے صحابہ کرام کی توہین کے جواب میں اُن کا اطمینان کرا دیتا کہ آپکی صحابہ کرام کی توہین تمام دنیا کرتی ہے خواہ اُن سے غرضمند ہو یا بے غرض۔ خواہ ہندو ہو یا مسلمان۔ عالم ہو یا جاہل۔ اسمیں فرقہ شیعہ کی تخصیص نہیں بلکہ اس توہین میں آپ بھی شریک ہیں اور آپکے اساتذہ بھی چنانچہ کتب منطق۔ فلسفہ۔ صرف۔ نحو۔ تعزیرات ہند۔ ضابطہ فوجداری۔ ضابطہ دیوانی ایکٹ۔ نظائر قانونی وغیرہ دیکھ جاؤ جن جن مقامات کی شرح میں مہمل اسمار کی ضرورت ہوتی ہے وہاں وہاں نظر آئیگا یہی اسمار مبارک پیش ہوا کرتے ہیں۔ بکر۔ عمر زید۔ خالد اور عورت کے نام کی جائے ہندہ جو وہ بھی آپ کے ایک صحابہ کرام کی والدہ کا نام ہے۔ پس اس رسم عام سے واتبعنھم فی ھذہ الدنیا لعنة کی قرآنی پیشین گوئی آپ کے صحابہ کرام پر منطبق ہو گئی۔ اگرچہ اسمائے مبارک مہمل یعنی بے معنی نہیں وہ بڑے فہیم و عقیل بلکہ متعلم دہی کا جواب معکوس تھے۔ لیکن ان حضرات کے ایمانی و اخلاقی اعمال آپ کے ہی اساتذہ نے دنیا میں ایسے پھیلا دیئے جن بناؤں پر دنیا کو اجماعاً اُن کو مہمل مان لینا پڑا۔ چونکہ مخالفان اسلام کی باعلان توہین عقلاً و شرعاً جائز مان لیگئی ہے۔ جیسے نمرود۔ شداد۔ شیطان۔ فرعون ہامان۔ قارون اور ایسی ہی توہین ان حضرات کی رسم عام ہو گئی ہے۔ لہذا فرقہ شیعہ سے اُن حضرات کی توہین کی شکایت محض تحکم ہے۔

۹۔ مرافع اگر شیعہ ہوتا تو وہ غور کرتا کہ جن روایات و احادیث کے نقل کرنے کو صحابہ کرام کی توہین کہا جاتا ہے۔ اگر وہ غلط ہوتیں تو جیسے جامعان قرآن نے ملعونان خدا و رسولؐ کے نام اور فضائل آل محمدؐ قرآن سے خارج کر دیئے تو اہلسنت کے مؤرخین و مفسرین و محدثین اُن کو بھی ضرور خارج کر دیتے۔ لیکن وہ تو ہمیشہ روایات و احادیث کتب اہلسنت میں بلا تغیر و تبدل بدستور قدیم نقل ہوتی چلی آتی ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ تو ہمیشہ روایات و احادیث اہلسنت کے نزدیک صحیح اور معتبر ہیں پس اُن روایات و احادیث کی نقل سے فرقہ شیعہ کو توہین کا الزام دینا غلط اور تحکم ہے

۱۰۔ مرافع اگر شیعہ اثنا عشری ہوتا تو وہ جان لیتا کہ حضرات ابوبکر و عمر وغیرہ کے فضائل جملہ فرق اہلسنت کے نزدیک جھوٹے اور جعلی تھے اور اگر فضائل و مناقب صحیح اور معتبر ہوتے تو جیسے اظہار عقیدہ کے لئے اپنی اولاد کے نام خواجہ بخش پیر بخش میراں بخش سالار بخش۔ قطب بخش۔ غلام محی الدین۔ غلام نظام الدین۔ غلام فرید یا بندہ علی۔ کلب حسن۔ فضل حسین رکھ لیتا ہے اسی طرح اپنی اولاد کے نام غلام ابوبکر۔ تصدق ابوبکر۔ اولاد ابوبکر۔ فضل عمر۔ بندہ عمر۔ کلب عمر بھی رکھتے۔ لیکن اہلسنت کے فرقوں میں کسی مسلمان کا یہ نام نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کے صحابہ کرام میں دنیا طلبی کے سوا اللہیت و روحانیت کی بو بھی نہ تھی یہ لوگ صرف اسلام پیشہ تھے۔ اسی وجہ سے اہلسنت کے تمام اسلاف و اخلاف نے اپنے ادنیٰ ادنیٰ پیروں کی یادگاریں دنیا میں قائم کیں لیکن ان صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی کوئی روحانی یادگار قائم نہیں کی چنانچہ کوئی اہلسنت ان صحابہ کرام کی نہ نذر دلاتا ہے نہ نیاز نہ اُن سے منت مانگتا ہے نہ اُن کے نام کا چلہ باندھتا ہے نہ ناڑا نہ مصیبت کے وقت اُن کو پکارتا ہے نہ اُن کی جے بولتا ہے نہ اُن کے نام کا نعرہ مارتا ہے نہ اُن کو وسیلہ دعا بناتا ہے نہ اُن کے نام سے کوئی فقیر بھیک مانگتا ہے نہ دنیا میں اُن کے نام کی کوئی درگاہ ہے نہ آستانہ نہ طاق نہ منڈھی نہ صحابہ خانہ نہ صحابہ باڑہ نہ خلیفہ باڑہ نہ اُنکے نام کی چھڑیاں نہ جھنڈا نہ جھنڈی نہ طرہ نہ بدھی نہ اُن کے نام کی گیارہویں نہ بارہویں نہ چھماہی نہ برسی حالانکہ شیخ سدو کا مرغا۔ میراں صاحب کا بکرا جناب سید احمد کبیر صاحب کی گائے وغیرہ یہ مشہور نیازیں ہیں مگر ان صاحبوں کی کوئی روحانی یادگار نہیں بقول شخصے جنکی فاتحہ نہ درود۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ان مشاہدات سے ثابت ہو گیا کہ اہلسنت خود تو ان حضرات کو ہیچ سمجھتے ہیں مگر شیعہ سے ان حضرات کو ہادی برحق منوانا چاہتے ہیں ؎ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

۱۱۔ مرافع اگر شیعیان علیؑ سے ہوتا تو ضرور غور کرتا کہ فرقہ اہلسنت اپنی خانگی شریعت کی ایک فرع بھی شیعہ کی خاطر یا شرم عالم یا خوف خدا سے ترک نہیں کرتا جیسے لڑان

صبح میں الصلوٰۃ خیر من النوم ۔ نماز میں قبض یدین جو فعل یہود ہے ۔ رمضان کی تراویح ۔ سرعت افطار صوم ۔ اور معاملات میں طلاق بتّہ جس سے ہر سال ولد الزنا پیدا ہوتے رہتے ہیں ۔ لیکن فرقہ شیعہ سے اُن کا ایک اصول دین ترک کرانا چاہتا ہے جس کا بیّن ثبوت قرآن میں موجود ہے ۔ چنانچہ آیہ شوریٰ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ سے عترت رسولؐ کی مودۃ واجب ثابت ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ امر واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوا کرتا ہے ۔ چونکہ تعزیہ ۔ علم ۔ ضریح ۔ دُلدل ۔ ذوالجناح ۔ تربت ۔ ماتم ۔ نوحہ خوانی سوز خوانی ۔ مرثیہ خوانی وغیرہ یہ سب مودۃ واجب کے مقدمات ہیں ۔ لہذا یہ بھی واجب اور اُسی مودۃ واجب کا ایک عمل نویں ربیع الاول کا جلسہ مبارک ہے جس کو فیض آباد کے مومنین مدۃ سے کر رہے ہیں اور اہلسنت اُس قدیم جلسہ کو بند کرانا چاہتے ہیں جو بلا وجہ ظلم و تحکم ہے ۔ ھذہ احد عشر ۃ کاملہ

چونکہ مرافع نے اپنے پمفلٹ کے عنوان پر شیعہ اکابرین سے اپیل کی سُرخی لکھی ہے جو ہمارے اجلاس پر پیش ہے لھذا اپیل منظور اور اپیلانٹ کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ فیض آباد کے اہلسنت کی مذہبی کتب سے اُن رکیک و مخرب مومنین و جاں سوز اسلام روایات و احادیث کو پہلے خارج کرادے کہ جن سے فیض آباد کے مومنین کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بے وقار، شیر انجوار حرام کار ۔ مشرک ثابت ہوتے ہیں ۔ اُس کے بعد شیعیان فیض آباد سے نویں ربیع الاول کا خورد محل والا جلسہ جبراً ترک کرادیا جائیگا ۔ فقط

احمد سلطان مصطفوی چشتی جج کورٹ شیعیان ہند

تقریظ (۱) **جرجامغ** ۔ ایڈیٹر النجم نے یاایہا الرسول بلغ الایۃ کی اُلٹی پلٹی تفسیر لکھکر آفتاب پر خاک ڈالنے اور یہ دکھانے کی ناکامیاب کوشش کی تھی کہ اس آیہ کو غدیر اور خلافت جناب امیر المومنینؑ سے تعلق نہیں ہے ۔ اس کا بہت مفصل ۔ محققانہ اور مسکت جواب جناب شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب جام فیضہ نے لکھکر اُس کی دھجیاں

اُڑادی ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ آیۃ تبلیغ غدیر خم ہی میں اُتری۔ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہی ہے اور اس سے خلافت بلا فصل جناب امیرؑ ہی ثابت ہوتی ہے۔ رسالہ بہت قابلیت اور جامعیت سے لکھا گیا ہے۔ اگرچہ مولانا ممدوح کی علمی قابلیت ہی اسکے محاسن کی کافی ضامن ہے۔ ضخامت ۹۶ صفحہ قیمت ۱۲ ار (۲) **ابوطالبؑ** جناب علامہ سید محمد علی شرف الدین موسوی دام برکاتہم نے حضرت ابوطالبؑ کے حالات میں بزبان عربی ایک بہت دلچسپ کتاب لکھی ہے۔ وہ اس قدر مفید اور ذخیرہ معلومات ہے کہ حبیب محترم جناب مولوی سید ظفر مہدی صاحب مدیر رسالہ سہیل یمن دام مجدہٗ نے اسکا ترجمہ بہت سلیس اور عام فہم عبارت اور فصیح اردو زبان میں شایع کر دیا۔ جسکا نام ابو طالبؑ رکھا۔ حضرت ابوطالبؑ کے حالات میں اردو زبان اس سے بہتر اور پھر مختصر کتاب شایع نہ پیش کر سکے۔ کتاب بہت جامعیت سے لکھی بھی گئی اور اسکا اردو ترجمہ بھی کمال قابلیت سے کیا گیا۔ ناظرین اصلاح ضرور منگا کر ملاحظہ کریں۔ ضخامت ۱۰۲ صفحہ قیمت صرف عہ۔ دونوں کتابیں دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے طلب فرمائیں۔ (۳) **آیات محکمات** جلد دوم کا دوسرا حصہ بھی خدا کے فضل سے اُسی شان و شوکت اور اعلیٰ اہتمام کاغذ کتابت و طبع سے آراستہ ہو کر شایع ہو گیا جسکا صفحہ ۱۸۵ سے ۴۰۸ تک ہے۔ دوسری جلد کے یہ دونوں حصے بہت اہم ہیں اسلئے کہ جو مباحث جلد اول میں لکھے گئے ہیں اُنکی تشریح و تصریح اور اُنکے اسناد ان دونوں حصوں میں دیئے گئے ہیں۔ بغیر ان دونوں حصوں کے جلد اول تشنہ بلکہ قاعدہ مناظرہ کے اعتبار سے بیکار رہے۔ اس کتاب کی قوۃ تحقیق اور جامعیت کیلئے مذہب حق شیعہ کو قبول کر لیا۔ اسکا عنوان ادا اس قدر نرم۔ مہذب صلح آمیز اور منصفانہ ہے کہ سخت سے سخت مخالف بھی بے تکلف دیکھ سکتے ہیں۔ واقعاً مصنف نے کمال کیا ہے۔ اس حصہ کی قیمت بھی عمر ہے۔ جلد منگا لیجئے ورنہ پھر یہ دُرِّ بے بہا نہیں مل سکتا۔ پتہ جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار وظیفہ یاب عابد منزل چادر گھاٹ حیدر آباد دکن۔ (۴) **صفا المائع** مشتمل بر رد قبض الیدین جسمیں بہت سے مضامین مناظرہ اور خصوصاً نماز میں قبض یدین کرنیکی بحث بہت تفصیل سے نہایت دلچسپ لکھی ہے۔ مصنفہ جناب شاہزادہ مرزا احمد سلطان صاحب چشتی دہلوی۔ ممدوح اس قدر مشہور اور فن تحقیق و تصنیف میں اس درجہ مسلم ہو گئے کہ آپکی کسی کتاب کی مدح و ثنا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس جدید کتاب میں بھی آپ نے نہایت جانفشانی اور بلکہ بہتر کام دینے والے مطالب درج کئے ہیں۔ تنزیہ الانساب، صفوات المسلمین وغیرہ کے مصنف سے جو لطف لیا رہا ہے وہی اس سے بھی ملیگا۔ اس پتہ سے منگا لیجئے۔ جناب حکیم سید آغا علی صاحب چاندنی محل دہلی۔ ضخامت ۲۶ صفحہ قیمت ۸/

الحمدللہ کہ

رسالہ دلچسپ

ابن سبا کا پتہ

مصنفہ

عالی جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب

بی اے مجسٹریٹ پنشنر دام عزہ

باہتمام

سید محمد جعفر پرنٹر و پبلیشر

مطبع اصلاح کھجوا

میں چھپکر شایع ہوا

ابن سبا کا پتہ ملگیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

ما بعد احقر العباد سید اظہار حسنین عرض کرتا ہو کہ میں نے ایک رسالہ موسوم بہ "وراثۃ انبیاء اور قرآن" لکھا تھا جسمیں قرآن کے آیات وقصص سے ثابت کیا گیا ہو کہ جیسے والدین انتخاب استاد اپنی اولاد کے حوالے نہیں کرتے خداوند عالم بھی ہادی و رہنما کو انسانی انتخاب پر نہیں چھوڑتا بلکہ صاف لفظوں میں ارشاد فرماتا ہو کہ انکا انتخاب تمہارے اختیار میں نہیں ہے انکو خداوند عالم خود مقرر کرتا ہو اور جیساکہ کل انبیاء اور اُنکے خلفاء کو خداوند عالم نے خود مقرر فرمایا ویسا ہی سید المرسلین کے خلفاء کو بھی خداوند عالم ہی نے مقرر فرمایا۔ اجماع واستخلاف وشوریٰ وغیرہ سب منشاء خداوندی کے خلاف تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔

اس رسالہ کے جواب کا حوصلہ کسی عالم کو تو ہوا نہیں اسلئے کہ قرآن سے کوئی ایک آیت یا کوئی ایک قصہ نہیں بتا سکتا جو میرے اصول کی تردید کرے لیکن صالح حسین صاحب ساکن جھبرہ نے ایک رسالہ لکھا جسمیں قرآن کی آیتوں کے معنی اسطرح غلط بتائے کہ جنکی خداوند عالم مذمت کرتا ہو انکی مدح ثابت ہو اور جنکی مدح کرتا ہو وہ مجہول ہو جاویں۔ جو آیت عام ہو اوس کو محدود کرکے بیکار کردیا ہو۔ اور جو محدود ہو اسکو ایسا عام کیا ہو کہ قرآن کی آیت کا کوئی وزن ہی باقی نہ رہا۔ اس ترکیب سے اس رسالہ کو لکھکر میرے رسالہ کے جواب کے نام سے اشاعت کے لئے بھیجا گیا۔

جیساکہ ہر باپ کو اپنا لڑکا پیارا ہوتا ہو ویسا ہی ہر مصنف کو اپنی تصنیف پیاری ہوتی ہے بقول شیخ سعدی ع فرزند خود بکمال نماند علم خود بکمال۔ لہذا خیال قوی یہ ہے کہ صالح حسین صاحب نے اپنے رسالہ کا کوئی خوبصورت نام رکھا ہوگا۔ اور یہ فطری امر ہے۔ لیکن خداوند عالم بعض بعض وقت مکذبین کا افشاء راز خود اون ہی کے ہاتھ اور زبان سے کرادیتا ہو۔ لہذا صالح حسین صاحب کے اوستاد نے مصنف کے پسند کردہ نام کو قلم زد کرکے اس رسالہ کا نام ذریت ابن سبا قرار دیا۔ یعنی خود اس رسالہ کے نام سے ثابت ہوجاوے کہ تصنیف کیسی ہو اور اس کا مصنف کون ہو یُعرف المجرمون بسیمٰھم یعنی گنہگار تو اپنے چہرہ ہی سے پہچان

لئے جاوینگے (سورہ الرحمن)
اس نام سے شیعہ کے ناخوش ہونیکی وجہ نہیں ہے ہر رسالہ و کتاب کا نام اوسکے موضوع کی مناسبت سے رکھا جاتا ہے اگر وہ رسالہ کسی اصول یا فرقہ کی تائید میں ہے تو صرف اس اصول یا فرقہ کے نام کے ساتھ وہ رسالہ موسوم ہوتا ہے جیسا کہ رسالہ شیعہ۔ اہلحدیث۔ اہلقرآن۔ فلسفہ۔ اخلاق جلالی وغیرہ ان ناموں سے کوئی بافہم شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رسالہ شیعہ شیعہ کی۔ رسالہ اہلحدیث اہلحدیث کی۔ رسالہ اہلقرآن۔ اہلقرآن کی تردید میں لکھا گیا ہے یا اخلاق جلالی میں اخلاق حسنہ کی تردید ہے۔ بلکہ سب یہی سمجھیں گے کہ یہ رسالے اپنے اپنے اصول اور فرقوں کی تائید میں ہیں۔ ویسا ہی رسالہ ذریت ابن سبا اپنے اصول کی تائید اور خلاف کی تردید میں ہے۔ اگر واقعی مصنف ابن سبا کے مخالف ہیں اور اوس کے اصول کی تردید کرنا چاہتے ہیں تو اس رسالہ کا صحیح نام رد وغیرہ کے ساتھ ہوتا۔ بہرکیف اگر کوئی شخص اصول ابن سبا کی ترویج اور رد قرآن و رسول کی مخالفت کرنا چاہتا ہے اور اپنے رسالہ کا نام ذریت ابن سبا رکھتا ہے تو دوسرے فرقوں کے خفا یا رنج ہونیکی کون سی بات ہے۔ ہاں سچے مسلمان کو افسوس البتہ ہو گیا کہ اہل اسلام سے ایک شخص ایسا ہو گیا اور اوس کے لئے دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو راہ راست دکھا دے۔

نہیں صاحب رسالہ ضرور خود اس نام سے متاثر ہوئے ہیں اور شرمائے ہیں۔ لیکن استاد کی عدول حکمی نہ کرسکے اور پھر کیونکر کیا کرتے اس لئے کہ استاد صاحب نے ذریت ابن سبا اس رسالہ کا نام رکھکر چھاپ دیا جو سارے عالم میں مشتہر ہو گیا۔ اور تیر از کمان رفتہ کا مضمون ہو گیا۔ لیکن مصنف بیچارے نے احتیاط کیا کہ جو رسالہ میرے پاس بھیجا اسکے سرصفحہ میں اس نام کو قلم زد کیا ہے اور سرنامہ پر اس نام کو کاٹ کوٹ کر خلافت انبیاء اصفیا اور ذریت بنایا ہے۔ لیکن نہاں کے ماند آں رازے کز وسازند محفلہا کا مضمون ہو گیا۔

میں صالح حسین صاحب سے بصد ادب سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ کے استاد کو یہ مناسب تھا کہ آپکی محنت کے معاوضہ میں عوض ثنا و تحسین کے آپکو اس طرح بدنام کریں اور اسطرح گالیاں دیں؟ آپ جواب دیں گے کہ "ذریت ابن سبا" سے "رد ذریت ابن سبا" مراد ہے۔ اور ذریت ابن سبا سے شیعے مراد ہیں۔ تو اولاً کوئی صاحب فہم یہ معنی نہیں پڑھ سکتا یہ خدائی لعنت کی مہر ہے جو خود مصنف کے استاد کے ہاتھ سے اس رسالہ پر لگا دیگئی ہے جو اپنی اصلیت کو آپ ظاہر کر رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر آپ ہی کا معنی پڑھ دیا ہوا مانا جاوے تو آپ کے باپ دادا کیا ہوئے۔ آپ کے استاد کو کم سے کم ایسا نام تجویز کرنا چاہئے تھا کہ آپ

اور آپ کے باپ دادا پر آنچ نہ آوے۔

دیکھئے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان وغیرہ نے اپنا اپنا آبائی دین چھوڑا لیکن اپنے بزرگوں کو کبھی برا بھلا نہیں کہا۔ سورہ احزاب کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے کہ اسمیں بکثرت منافقین کے نام معہ ولدیت مذکور تھے لیکن چونکہ اونکی اولاد مسلمان تھی انکی خاطر سے وہ سب نام بقول آپ کے مفسرین کے نکال دیئے تاکہ آیندہ نسلوں کی خاطر شکنی نہ ہو۔ تو کیا آپ کے اُستاد کو آپکے بزرگوں کا اتنا بھی خیال نہ ہوا کم سے کم اونکو تو بُرا نہ کہتے۔ یہ نکتے پیش نظر کرنے کے بعد میں چھوڑتا ہوں کہ استاد و شاگرد خود آپس میں سمجھوتا کریں۔ دشمن دانا بہ از دوست نادان۔

اب میں مختصر طور سے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ابن سبا کا اصول شیعوں کے مطابق ہو سکتا ہی یا سنت والجماعۃ کے مطابق۔ جس سے معلوم ہو کہ واقعی کون فرقہ اس ملعون کا پیرو ہی۔ اور رسالہ مصنفہ صالح حسین صاحب اسم بامسمیٰ ہی یا ابن سبا کی تردید میں لکھا گیا ہی۔

ابن سبا۔ ابن ابو قحافہ۔ ابن خطاب۔ ابن عفان میں کوئی فرق نہیں ہے سب کے سب قبل بعثت رسول مقبولؐ کافر مشرک۔ یہود یا نصاریٰ ہی تھے۔ اور سب کی ایک حالت تھی۔ بعد بعثت رسول مقبول سارا جزیرۃ العرب مسلمان ہو گیا۔ کچھ تو واقعی خالص مسلمان ہوئے اور کچھ منافق۔ جو خالص مسلمان ہوئے وہ خوش و شاد و فرحاں اور رسول مقبولؐ کے ممنون کہ کفر کی ضلالت سے نکالکر نور ہدایت میں داخل کر دیا۔ اور جو مسلمان منافق تھے وہ دل ہی دل میں جلا کئے کہ انکی آبائی دین کو مٹا دیا اور اپنا دین سب کی گردن میں ڈالدیا اور موقع کے متمنی تھے کہ کیسے بانی اسلام سے چھٹکارا ملے اور کیسے اسلام کو خراب کریں۔ اب اس دو قسم کے مسلمانوں کا اصول کیا ہو سکتا ہی اور مطمح نظر کیا ہونا چاہئے۔ جو یہود۔ نصاریٰ۔ کافر او مشرک سچے دل سے مسلمان ہوئے انکا مطمح نظر اطاعت رسول اور ہوا خواہی خاندان رسولؐ ہوگا۔ جس ذات سے اُنکو نور ایمان ملا اُس ذات کی اولاد کو کون کہے کہ اُس ذات کے کفش کو سر پر رکھیں اور خاک پا کو سرمہ بنا دیں تو کم ہے۔

لیکن جو یہود۔ نصاریٰ۔ کافر اور مشرک نمائشی مسلمان ہوئے اور اپنے آبائی دین کے مٹنے سے جلے جاتے تھے اُن کا اصول بس یہی ہو سکتا تھا کہ اگر ممکن ہو تو رسولؐ ہی کو قتل کر کے اپنے دین پر لوٹ جاویں ورنہ اُن کے آل اور اولاد سے اُن مقتولین کا بدلہ لیں۔ جو رسولؐ کے جہاد میں قتل ہو کر واصل جہنم ہوئے۔

اب شیعہ اصول اور سُنی اصول کو ملایئے کہ کس قسم کے مسلمانوں کے اصول سے ملتا ہے۔ اگلے زمانہ کے کارنامے تو بالکل جگرخراش ہیں۔ اسوقت کے کارنامے ملاحظہ ہوں۔ شیعہ ائمہ اثنا عشر۔ حضرت فاطمہ۔ خاندان رسولخداؐ کے مقبرے تعمیر کرتے ہیں۔ تو سنت والجماعۃ شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین۔ ابوحنیفہ منصور حلاج جولاہے دُھنئے وغیرہ کے مقبرے تعمیر کرتے ہیں۔ ابن سعود قبور حضرت آمنہؑ مادر رسولخداؐ۔ خدیجہؑ زوجہ رسولخداؐ۔ ابوطالبؑ عم رسولخدا حضرت فاطمہؑ خیر النساء۔ و اولاد فاطمہؑ زہرا و حسینؑ شہید کربلا و قبر حضرت حمزہ عم رسولخداؐ کو مسمار کرتا ہے تو شیعہ اس فعل پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں اور سنت والجماعۃ ہیں کہ تالیاں بجاتے ہیں۔ اور ابن سعود کی سلطنت کی بقا کے لیئے ہر نماز میں دعا کرتے ہیں۔ اسی ذرہ سی بات سے ثابت ہے کہ کس فرقہ کا اصول اور طریقہ اُن یہودیوں اور مشرکوں کے مطابق ہے جو بظاہر مسلمان ہوئے تھے لیکن دل سے رسولخداؐ سے اور اسلام سے ناراض تھے اور اسکو خراب و برباد کرنے کی قسمیں کھائے بیٹھے تھے۔ اس اُصول اور فرق کو مد نظر رکھکر جو شخص صالح حسین صاحب کے رسالہ کا مطالعہ کریگا وہ فوراً فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ رسالہ انشاءاللہ اسم بامسمیٰ ہے اور دنیا کو صاف پتہ چل گیا کہ کون ابن سبا ہے اور کون ذریت ابن سبا۔ اور میں تو خدائی کرشمہ کی داد دیتا ہوں کہ کیونکر اپنے ہاتھ سے آپ دشمنان خدا اور رسول کا پردہ فاش ہوا اور جو قصہ شاہ صاحب نے سو برس قبل دوسروں کے لئے افترا کیا تھا وہ خود اوہیں کے فرقہ پر چسپاں ہوگیا۔

اس رسالہ کے جواب الجواب کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ واقعی یہ رسالہ میرے رسالہ کا جواب نہیں ہے۔ میں نے اپنے رسالہ میں اصول خلافت انبیاء آیات قرآنی اور قصص قرآنی سے ثابت کیا ہے۔ اور صالح حسین صاحب کے رسالہ میں نہ کوئی اصول ہے اور نہ قاعدہ بلکہ قرآن کے معنی بگاڑے گئے ہیں اور خاندان رسالت سے ہر سطر میں بغض وعناد عیاں کیا گیا ہے جسکی وجہ سے یہ رسالہ اسم بامسمیٰ ہوگیا۔ تاہم میں نے ایک رسالہ موسوم بہ آل و اصحاب لکھا ہے جسمیں قرآن کی آیات سے ثابت کیا ہے کہ آل کے کیا حق تھے اور اصحاب کی کیا قدر و منزلت تھی اور قرآن کس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور کس کی لید سے منع کرتا ہے۔ اس ضمن میں صالح حسین صاحب اور [illegible] دوسرے [illegible] جو

جو قرآن کے معنی میں افترا کرتے ہیں وہ بھی واضح ہو گیا۔ افسوس کہ قبل اسکے کہ یہ رسالہ مطبع میں جا وے مجھکو سفر حج درپیش ہو گیا اور میں اس وقت دمشق میں مقیم ہوں خدا کرے کہ جن کے ذمہ مسودہ کر آیا تھا وہ جلد اس کو صاف کر کے مطبع میں بھیجدیں اور صالح حسین صاحب کو ایک نسخہ ہدیہ کر دیں۔

صالح حسین صاحب کے استاد کو بڑا فخر ہے کہ صالح حسین صاحب "شیعوں کے قبلہ فخر الحکما رصاحب ایڈیٹر صاحب اصلاح کے بہت قریبی رشتہ دار ہیں" اور تبدیل مذہب کر کے شیعہ سے سنی ہو گئے ہیں۔

حالانکہ آپ یہ نہیں جانتے کہ صحیح شیعہ وہ ہو سکتا ہے جو ماں باپ دونوں طرف سے کم سے کم تین پشت تک شیعہ رہا ہو۔ اگر اس درمیان پشت کے اندر کوئی جانب بھی سنت والجماعۃ ہو تو ایسی اولاد کو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شیعہ سے سنی ہوا یا سنی سے شیعہ ہوا ہے بلکہ کل شی یرجع الی اصلہ کے مصداق اولاد صالح والدین کی صالح فرد کی طرف رجوع کریگی اور اولاد طالح والدین کے طالح فرد کی طرف رجوع کریگی۔

یہ ایک اصول ہے جو ہر انسان پر صادق آتا ہے اور کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے مثلاً حضرت نوح کا بیٹا اپنی والدہ کیطرف رجوع کر کے بدکار ہوا اور غرق طوفان ہوا پس اگر اڈیٹر النجم اپنے دعوی میں سچے ہیں تو صالح حسین صاحب کے باپ دادا پردادا۔ اور دادی اور دادی کے باپ ماں کا نام لکھکر حضرت قبلہ وکعبہ فخر الحکما دام ظلہم کے کسی شخص سے رشتہ ملاکر دکھادیں تو خیر ورنہ قرآن نے جو کاذبین کی سزا لکھی ہے اوس کے مستحق ہوں گے۔

اور فرض کیا کہ صالح حسین صاحب اپنے کو کسی طرح کھینچ تان کر حضرت فخر الحکما مدظلہ کا رشتہ دار بتا دیں بھی (کیونکہ حضرت قبلہ وکعبہ فخر الحکما دام ظلہم کا وطن کھجوا میں ہے جسکا صدر مقام چھپرہ ہے اور صالح حسین صاحب کا وطن چھپرہ میں ہے اور پہلے شیعہ حضرات اکثر سنی حضرات کی لڑکیوں سے شادی کر لیتے تھے۔ اسی وجہ سے کھجوا کے بھی بعض مومنین نے سابق زمانہ میں چھپرہ کے اہلسنت حضرات کی لڑکیوں سے شادی کی اور چونکہ کھجوا کے اُن مومنین کو حضرت قبلہ وکعبہ فخر الحکما دام ظلہم سے بھی قرابت تھی اس وجہ سے جس طرح وہ مومنین صالح حسین صاحب کے رشتہ دار ہوئے اسی طرح صالح حسین صاحب اپنے کو اقلیدس کے اصول کے مطابق حضرت فخر الحکما دام ظلہم کا بھی رشتہ دار بتائیں) تو یہ ایسے ہی رشتہ دار ہیں کہ آج تک حضرت فخر الحکما مدظلہ

کی صورت بھی صالح حسین صاحب یا اُن کے باپ یا اُنکی ماں یا دادی نے نہیں دیکھی ہے۔ اگر صالح حسین صاحب اپنی خوش قسمتی سے حضرت حجۃ الاسلام دام ظلہم کی اس نورانی صورت مبارک کی زیارت کئے ہوتے تو غالباً کسی کے دام میں پڑکر اپنے بزرگوں کی روح کو صدمہ نہ پہونچاتے اور اُن کا نام ذریت ابن سبا نہ رکھتے۔

میں دیکھتا ہوں کہ جن جن شیعوں کے تبدیل مذہب کا دعویٰ کیا جاتا ہے انمیں کچھ نہ کچھ بھید ضرور ہے۔ کہیں دنیا دی منفعت کا لالچ۔ کہیں اپنی بے لبسی اور دوسروں کے پنجہ میں گرفتاری۔ کہیں کچھ اور کہیں کچھ۔ مثلاً صالح حسین صاحب بچپنے میں یتیم ہوگئے اون کو مدرس۔ خادم۔ اتالیق اور نگراں ڈپٹی کلکٹر کورٹ آف وارڈس سب کے سب سُنی ملے جس سے انکے پنجہ میں گرفتار ہو کر اپنے باپ دادا سے منحرف ہو کر اپنی دادی کی خاندان کیطرف رجوع کرگئے۔

ایسی حالت میں کون سی فخر کی بات ہوئی اگر پیرو کی شخصیت پر کسی مذہب کو فخر ہو سکتا ہے تو وہ مذہب شیعہ ہے جس کو غیر فرقہ والے بطیب خاطر۔ بلا جبرو اکراہ اور بغیر کسی ذاتی خصوصیت کے قبول کرکے نجیب الطرفین ہونیکا ثبوت دیتے ہیں مثلاً حضرت محمد بن ابی بکر جو بغیر جبر و اکراہ اپنے مذہب پدری کو ترک کرکے شیعہ ہوگئے۔ اور بیچارے کو رافضی کا خطاب ملا۔ یزید پلید کے بیٹے معاویہ نے مذہب شیعہ اختیار کرکے اپنے باپ کی سلطنت پر لات ماری اور علحدہ ہوگیا۔ اس سے قریب تر زمانہ میں آیئے تو اورنگ زیب ملقب بہ عالمگیر شیعہ ہوگیا جسکی آخری وصیت قابل دید ہے جس میں وقت آخر وہ بیچارا خدا کے حضور میں مذہب شیعہ کا اقرار اور اہلسنت والجماعت سے تبرا کررہا ہے۔ اور۔ اس کا بیٹا دارا شکوہ بھی شیعہ ہوگیا تھا۔

اس کے بعد اور قریب زمانہ میں آیئے تو صدر اعلےٰ وحید صاحب مرحوم و نواب امداد امام صاحب مدظلہ اور اُن کے دونوں صاحبزادے بلند اقبال سر سید علی امام و سید حسن امام صاحب سب کے سب نے مذہب اہلسنت والجماعۃ کو خیرباد کہکر مذہب شیعہ قبول کیا۔ جن میں کسی طرح کی کوئی ذاتی غرض نہیں دکھائی جا سکتی۔ سب کے سب بلا جبر و اکراہ و بعد تحقیق کامل مذہب حقہ کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں۔

یہ وہ فرد ہیں کہ جن کے دادیہالی اور نانیہالی پشتوں میں جہاں تک جا ہئے چلے جایئے کہیں جھول نہیں نکل سکتا ۔ یہ حضرات نہ کبھی شیعوں کے پنجے میں پڑے اور نہ مثل صالح حسین صاحب شیعوں کے زیر اثر ایک دن بھی رہے ۔ ایسے آزاد اور محقق شخصوں کا تبدیل مذہب کرنا معنی دارد ۔ اور صالح حسین صاحب کا تبدیل مذہب معنی دیگر دارد ۔ وبس

چوں کلوخ انداختی بر روے دشمن　　چناں دان کاندراماجش نشستی لہ

فقط راقم سید اظہار حسنین

لہ اس رسالہ کے ناظرین کرام کی خدمت عالیہ میں التماس ہو کہ چونکہ اس مضمون کا تعلق ہمارے مطبوعہ رسالہ "وراثت انبیا اور قرآن" سے ہے جسکو شایع ہوئے قریب تین سال گزر گئے اور اسی کے جواب لکھنے کی ناکام کوشش صالح حسین صاحب نے کی تھی جس پر بطور تبصرہ یہ مختصر رسالہ بھی شایع کیا جاتا ہے ۔ لہذا اس مختصر رسالہ کا لطف اُس وقت زیادہ حاصل ہوگا جب ہمارا مذکورہ بالا رسالہ "وراثۃ انبیاء اور قرآن" بھی آپ حضرات ملاحظہ فرمالینگے اُس رسالہ کو ہم نے انگریزی زبان میں بھی چھپوادیا ہے تاکہ جو قومیں اردو زبان نہیں سمجھتی ہیں اور اسلامی مسائل سے دلچسپی رکھتی ہیں اس مسئلہ کو اس طرح آسانی سے دیکھ سکیں الحمد للہ کہ اس وقت تک نہ اردو رسالہ کا جواب کسی شخص سے ہو سکا اور نہ انگریزی زبان کے رسالہ کی رد کسی سے ممکن ہوئی ۔ دونوں زبان کے رسالے انجمن باب العلم لکھنؤ کو دیدیئے گئے ہیں ۔ جن حضرات کو ضرورت ہو انجمن مذکور کے ناظم صاحب سے اُن کو طلب فرماسکتے ہیں ۔ جو حضرات طلب فرمائیں وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ضرور دکھائیں ۔ ۱۲ منہ

تیرہویں مجلس ۱۳ محرم کی پانچویں رات کی۔ جسمیں نبیوں کی صفتیں لکھی گئیں۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی سخاوت اور رحم دلی دکھائی گئی ہے کہ کس طرح حُر کے لشکر کو سیراب کیا۔ آخر میں حضرت کی پیاس کی مصیبت کا بیان ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنی ہم نے بعض پیغمبروں کو دوسرے پیغمبروں سے افضل بنایا (پارہ ۳ رکوع ۱) اِس سے ثابت ہوا کہ جو پیغمبر گزرے ہیں وہ سب ایک درجہ کے نہیں تھے۔ بلکہ بعض پیغمبر دوسرے سے بہتر اور بعض اُن سے بھی افضل تھے۔ اگرچہ یقیناً کسی دلیل سے یہ بات نہیں معلوم کہ کتنے پیغمبر دنیا میں آئے مگر مشہور یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں کو بس اتنا اعتقاد کر لینا چاہیئے کہ جس قدر نبی آئے اور جو حضرات اُن پیغمبروں کے وصی تھے وہ سب حق ہیں۔ اور جن نبیوں کے نام قرآن مجید میں درج ہیں اُنکی نبوت ماننا دین اسلام کا ضروری کام ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ۔ شیثؑ۔ اِدریسؑ۔ نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ شعیبؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ موسیٰؑ اسمٰعیلؑ۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ۔ یونسؑ الیاسؑ اور عیسیٰؑ کہ ان سب حضرات کو نبی برحق جاننا اور انکی پیغمبری

کا اقرار کرنا واجب ہے۔ جو شخص ان میں سے ایک نبی یا پیغمبر کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ ان پیغمبروں میں پانچ سب سے افضل ہیں۔ حضرت نوح حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ انھیں پانچ پیغمبروں کو انبیاء اُولُوالعزم کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر پیغمبر کی شریعت نے پہلے پیغمبر کی شریعت منسوخ کر دی تھی۔ ان پانچوں پیغمبروں میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں اور حضرت کے بعد حضرت ابراہیمؑ سب نبیوں سے افضل ہیں۔ اور عقل بھی کہتی ہے اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ ہر نبی اور پیغمبر پیدا ہونے کے وقت سے مرتے وقت تک سب بڑے چھوٹے گناہ سے معصوم تھے یعنی بھولے چوکے بھی کسی سے کبھی کوئی گناہ نہیں ہوا۔ نہ وہ حضرات کبھی کوئی چیز بھولتے تھے نہ کبھی اُن سے کوئی غلطی ہوتی تھی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کا بھیجنا خدا پر واجب تھا تاکہ بندے گمراہی سے بچے رہیں۔ اب اگر یہ حضرات بھی گناہ کرتے۔ یا ان سے بھول چوک ہوتی تو نہ اُن کو کوئی مانتا نہ اُن کی پیروی کرتا۔ نہ اُنکی کسی بات پر کسی کو اعتماد ہوتا سب لوگ کہتے کہ جب خود بُرا کام کرتے ہیں تو پیغمبر کیسے ہونگے۔ اور جب خود باتیں بھول جاتے ہیں یا اِن سے غلطی ہوتی ہے تو کیسے اطمینان ہو کہ خدا کیطرف سے جو باتیں یہ لاتے ہیں اُنیں بھی یہ بھولے نہیں۔ یا اِن سے غلطی نہیں ہوئی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

یہ بھی جاننا چاہئے کہ ضروری ہے کہ پیغمبر اپنی تمام اُمت سے افضل اور سب سے

زیادہ علم والا ہو۔ اُسمیں کمال کی کُل صفتیں پائی جائیں۔ جیسے عقل سمجھ ذہن رائے کی قوت۔ پاکدامنی۔ بہادری۔ سخاوت۔ نرمی۔ خوش اخلاقی۔ زہد۔ نیکو کاروں یا عالموں کا پاس۔ اور دین داروں کا خیال وغیرہ۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کینہ۔ بخل۔ لالچ۔ حرص۔ حسد۔ دُنیا کی محبت۔ مال وجاہ کی فریفتگی۔ بداخلاقی۔ بزدلی وغیرہ بُری صفتوں سے بالکل پاک ہو۔ اور جو بیماریاں لوگوں کی نفرت کی ہیں جیسے کوڑھ۔ جُذام وغیرہ اُسمیں نہ ہوں اور اُسکے نسب میں بھی کوئی عیب نہ ہو۔ جیسے وہ حرام زادہ نہ ہو یا اُس کے باپ دادا کمینے نہ رہے ہوں۔ اور اُس سے بھی کوئی کمینہ پن یا چھچھورپن نہ ظاہر ہو۔ جیسے بازار میں کھاتے پھرنا۔ بے وجہ لڑائی جھگڑا کرنا۔ تہذیب سے گری ہوئی ہنسی مذاق کرنا۔ یہ بھی یقین رکھنا چاہیئے کہ جتنے پیغمبر گزرے ہیں اُن کے باپ دادا کافر نہیں تھے۔ اس لئے کہ انبیاء کافروں کے صُلب سے پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ اور اس بات کا بھی اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ کل پیغمبر اور ہمارے بارہوں امام سب فرشتوں سے افضل ہیں۔ اِس مضمون کی حدیثیں بھی بہت ہیں اور عقلی دلیلیں بھی کافی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ بہت سے جھوٹے لوگ بھی پیغمبری کا دعویٰ کر بیٹھتے۔ (بلکہ کیا بھی) اسوجہ سے خدا نے اپنے ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ بھی ضرور دیا جس سے اُس پیغمبر کی حقیت اور سچائی معلوم ہوتی تھی۔ اِس لئے کہ جو شخص خدا کے پیغام لانے کا دعویٰ (جو کتنا بڑا دعویٰ ہے) کرے تو کسی کو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ سچا دعویٰ کرتا ہے یا جھوٹا۔ ہاں جب پیغمبری کا دعویٰ کرنے کے بعد وہ ایسا

کوئی کام کر دکھائے جسکو اُس زمانہ کا دوسرا کوئی شخص نہ کر سکے تب ضرور عقل کہیگی کہ یہ پیغمبر ہے۔ اسی ایسا کام اِس نے کر دیا جو دوسرے نہیں کر سکتے۔ اُسی کام کو جو پیغمبر اپنے دعوے کے بعد لوگوں کو ایسا دکھائے جسکو دوسرے لوگ نہ کر سکیں مُعجزہ (عاجز کر دینے والی بات) کہتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

جیسے حضرت صالحؑ کی قوم نے آپ سے معجزہ طلب کیا تو حضرت صالحؑ نے پہاڑ سے ایک ایسی اونٹنی بچہ کے ساتھ نکالی جسکے دونوں پہلو پہاڑ کے دَرّہ میں جو ایک میل چوڑا تھا رگڑ کھاتے تھے۔ ایک روز پورے گاؤں کا پانی پی جاتی۔ اور دوسرے دن اُن گاؤں والوں کے لئے ویسا ہی دودھ دیتی کہ سب لوگ سیر ہو کر پیتے۔ یا جیسے حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ کہ آپ کے زمانہ کے ظالم بادشاہ نمرود نے آپکو منجنیق[1] میں رکھکر آگ کے بڑے ڈھیر میں پھینکدیا۔ اُس آگ میں حضرت ۴۰ روز تک پڑے رہے۔ مگر نمرود کی آگ خدا کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ پر گلزار ہوگئی اور پتھر پر آپ کے پاؤں کا نشان ہوگیا۔ جو اب خانہ کعبہ میں مقام ابراہیمؑ پر لگا ہے۔ یا جیسے حضرت موسیٰؑ کے دو معجزے مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ جب حضرت کے زمانہ میں ملک مصر کے بادشاہ فرعون کے سامنے جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں یا رسّیاں پھینکیں اور وہ سانپ بنکر پھرنے لگیں تو حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا۔ وہ اژدہا بنکر اُن سب سانپوں کو نگل گیا۔ اور جب حضرت موسیٰؑ نے اس اژدہے کو پکڑا تو پھر وہ عصا بنگیا۔ دوسرا معجزہ یہ کہ جب آپ جیب میں ہاتھ ڈالکر نکالتے تو وہ

---

[1] منجنیق ایک آلہ تھا جس میں پہلے زمانہ کے لوگ پتھر رکھکر دشمنوں پر پھینکتے اور انکو مارتے تھے۔ ۱۲

آفتاب سے زیادہ چمکتا۔ اسی سے آپ کے ہاتھ کو یدِ بیضا کہتے تھے۔ یا جیسے حضرت عیسٰیؑ کا معجزہ کہ مُردہ کو جلا دیتے۔ اندھے اور سفید داغ والوں کو اچھا کر دیتے۔ ہر قسم اور سخت سے سخت بیماریوں والے پچاس ہزار مریضوں کو اچھا کر دیا۔ غیب کی خبر دیتے۔ مٹی کا پُتلا بنا کر اُڑا دیتے۔ پتھر اور ڈھیلوں کو چمکدار موتی کر دکھاتے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔

اسی طرح ہزاروں معجزے سچے اور برحق پیغمبروں نے دکھائے۔ مگر اُن سب کو دیکھ کر بھی بہت کم لوگ ایمان لاتے تھے۔ کیونکہ حق کے ماننے والے بندے تو ہمیشہ تھوڑے ہی ہوا کئے۔ اور باطل کے پیرو زیادہ ہی رہے۔ جو اُن پیغمبروں کی ہر قسم کی حقیقت دیکھنے پر بھی اُنکی مخالفت کرتے اور اُن کی دشمنی پر آمادہ رہتے۔ حضرت امام حسینؑ بھی حق پر تھے۔ اسی سے آپ کی طرف لوگ کم رہے اور حضرت کے مخالفوں کی تعداد زیادہ ہی تھی۔ حضرت جب اپنی چھوٹی سی فوج اور عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلے جا رہے تھے تو منزل شراف پر پہونچکر سب مشکوں اور شتروں میں لوگوں نے پانی بھرا اور آگے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے دوپہر ہوئی تو ساتھیوں سے ایک شخص نے زور سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت نے بھی فرمایا اللہ اکبر۔ پھر اُن ساتھی سے پوچھا کہ بھائی کیا کوئی بات دیکھی جس پر تکبیر کہی؟ جواب دیا کہ ایسا باغ نظر آتا ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور لوگوں نے بھی یہی کہا۔ حضرت نے فرمایا غور سے دیکھو کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اچھی طرح دیکھکر عرض کی اے مولا ہمیں تو گھوڑوں کے کان اور نیزوں کی نوکیں نظر آتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں

خدا کی قسم یہی بات ہے۔ کچھ اور بڑھے تو معلوم ہوا کہ دشمنوں کا لشکر آ رہا ہے جسکے
نیزے خوب تیز اور چمکتے ہوئے تھے۔ حضرت نے ایک مقام پر پہونچکر اپنے خیمے
نصب کرائے اور اُتر پڑے جسکے بعد حُر کا ایک ہزار سواروں کا لشکر
پہونچ گیا۔ جسکے سپاہی خود اور زرہ وغیرہ میں اس قدر چھپے ہوئے تھے کہ
سوا آنکھوں کے اُن کا اور کوئی بدن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ غرض سردار فوج
حُر نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے سامنے اپنا خیمہ نصب کرایا۔
جب دو پہر ڈھلی تو آفتاب کی گرمی سے وہاں کی زمین لوہے کی چادر اور آگ کا
میدان معلوم ہوتی تھی۔ اور حُر کے لشکر کا سب پانی ختم ہو چکا تھا۔ اُسکے
سپاہی پیاس سے تڑپ رہے تھے اور گھوڑوں کی زبانیں باہر نکل پڑی تھیں۔
باوجودیکہ حضرت سمجھ گئے تھے کہ یہ دشمن کی فوج ہے اور ہمیں گرفتار کرنے کو
بھیجی گئی ہے۔ مگر سبحان اللہ حضرت تو رحمۃ للعالمین کے جانشین تھے آپ
اُن سواروں اور اُنکے گھوڑوں کی پیاس دیکھی نہیں گئی۔ تڑپ گئے اور
بے چین ہو کر ساتھیوں سے فرمایا کہ بھائیو! جلد اِن لوگوں کو پانی پلا کر انکی پیاس
بجھاؤ اور خوب اچھی طرح سب کو سیراب کر دو۔ پھر خود حضرت اور جناب عباسؑ
جناب علی اکبرؑ وغیرہ اُس فوج کو پانی پلانے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اُن کے پیالے
کٹوروں وغیرہ کو پانی سے بھر بھر کر سب کو سیراب کر دیا۔ پھر گھوڑوں اور اونٹوں
کے سامنے کاسے اور طاس پانی سے بھر بھر کر لگائے گئے۔ جب وہ جانور
پانی پیکر تین تین چار چار مرتبہ اپنے مُنہ پھیر لیتے تب اُنکے سامنے سے وہ
برتن ہٹائے جاتے تھے۔ حُر کے لشکر کا ایک شخص علی بن طحان محاربی

کہتا تھا کہ میں فوج کے پیچھے رہ گیا تھا اور سب کے آخر میں وہاں پہونچا۔ تو حضرت امام حسینؑ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ آپ نے میری اور میرے گھوڑے کی سخت پیاس ملاحظہ فرمائی تو گھبرا گئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جس اونٹ پر پانی کی مشکیں ہیں اُسکو فوراً بٹھا کر مجھے پانی پلادیں۔ پھر مجھسے فرمایا کہ مشک کو جھکالو تاکہ اچھی طرح پانی گرنے لگے مگر میں اچھی طرح مشک کو جھکا نہ سکا تو حضرت خود میرے پاس پہونچ گئے اور مشک کو جھکا کر اُس کا دہانہ میرے منہ سے لگا دیا جس سے میں اچھی طرح سیر ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے گھوڑے کو بھی سیراب کردیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

آپ لوگوں نے اپنے آقا و مولا کی رحم دلی کا حال تو سُن لیا کہ دشمن پر بھی کتنی مہربانی کی۔ مگر کیوں بی بیو! جس کریم اور رحیم نے اپنے ساتھیوں کی پیاس کا خیال نہیں کیا۔ جس دریا دل نے اپنی عورتوں کی پیاس کا لحاظ نہیں کیا۔ جس سخی نے اپنے ننھے ننھے بچوں کی پیاس کی پروا نہیں کی بلکہ اپنا سبیل کی اپنے دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں، اونٹوں کو پلا دیا اُس کے اِس احسان کا بدلہ یہی تھا کہ اُس پر پانی بند کردیا جائے اور تین دن تک پانی سے اُسکو اور اُسکے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تڑپایا جائے۔ حضرت ہر شخص سے فرماتے تھے اے قوم پانی کا ایک قطرہ مجھے پلا دو کہ میرا کلیجہ سخت پیاس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ مگر اُدھر سے جواب دیا جاتا تھا اے حسینؑ! آپ دیکھتے ہیں فرات کا پانی کیسا چمک رہا ہے لیکن مرتے مرتے بھی آپکو ایک قطرہ تک نہیں ملیگا۔ اُس وقت کی حالت کو ایک شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔ ؎

ہے ہے کلمہ گویوں کو کچھ رحم نہ آیا — مظلوم کو سید کو مسافر کو ستایا
اک قطرہ ترس کھا کے نہ پانی کا پلایا — پانی کے عوض پیاسی کا خون آہ بہایا
فوارے لہو کے تنِ اطہر سے رواں تھے — تشنہ دہن اوس خون میں شمشیر تپاں تھے

آہ آہ اس کے بعد تو شاعر نے اور بھی تڑپانے والے اشعار لکھے ہیں کہ ؎

یہ واقعہ لکھتے ہیں یہاں راقم اخبار — جب زانوئے قاتل کے تلے تھے شہ ابرار
منہ پیٹ رہے تھے حرم احمد مختار — آثار قیامت ہوئے ناگاہ نمودار
دیکھا کہ سوئے ابن علیؑ آتی ہے زہراؑ — کالی کفنی پہنے چلی آتی ہے زہراؑ
دوڑی ہوئی مقتل کے وہ نزدیک جو آئی — ثابت ہوا اس دم کہ یہ زہراؑ کی ہے جائی
چلائی کہ اے دشت کدھر ہے مرا بھائی — اے خاک کدھر ہے مری اماں کی کمائی
لے چرخ محمدؐ کے نواسے کو بتادے — اے نہر کئی روز کے پیاسے کو بتادے
سر پیٹ کے کہتی تھی کبھی ۔ ہائے برادر — کیا تجھ پہ بنی اے مرے ماں جائے برادر
مظلوم برادر مرے دکھ پائے برادر — کیونکر ترے لاشے پہ بہن آئے برادر
تلواروں میں رستہ بھی نہیں پاتی ہے زینبؑ — محروم زیارت رہی جاتی ہے زینبؑ
لو بی بیو سر پیٹو گریباں کرو چاک — نکلے ہیں نبی قبر سے چہرے پہ ملے خاک
ہلتی ہے زمیں اور لہو روتے ہیں افلاک — ظالم نے کیا خاتمۂ پنجتن پاک
کونین میں اس واقعہ سے حشر بپا ہے — جبریلؑ کا شہزادہ زمانہ سے اٹھا ہے۔

آہ بی بیو! اسکے بعد جو ہوا ۔ کیونکر بیان کروں ؎

پانی نہ پیاسے کو تہ تیغ جفا دیا — آخر اجل نے جام شہادت پلا دیا
افسر کو نذر کاٹ کے پیاسے کا سر کیا — دوڑا کے گھوڑے لاش کو پامال کر دیا

چودہویں مجلس محرم کے پانچویں دن کی جس میں حضرت رسولخدا صلعم کے خاندان کی عزت و شرف جناب ہاشم۔ جناب عبد المطلب اور جناب فاطمہ بنت اسد کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ آخر میں حضرت امام حسینؑ سے جناب ام سلمہ کی محبت اور عاشورا کے روز اُن کا آنحضرت صلعم کو خواب دیکھنا لکھا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خدا فرماتا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ یعنی خدا جس جگہ اپنی پیغمبری کا شرف دیتا ہے اُسکو وہی خوب جانتا ہے۔ اس میں خدا اس بات کو سمجھاتا ہے کہ خدا جس خاندان یا جن لوگوں میں سے کسی شخص کو پیغمبر بناتا ہے اُسکی عزت۔ اُسکی قابلیت۔ اُسکی بزرگی کو سب سے زیادہ خدا ہی جانتا ہے۔ جیسے ہمارے پیغمبر حضرت رسولخدا صلعم کو خدا نے بنی ہاشم سے چُنا۔ جو دنیا میں سب سے زیادہ شریف اور معزز تھا۔ ایک دفعہ حضرت جبریل نے حضرت رسولخدا سے کہا کہ اے حضرت میں نے دنیا بھر کے پورب پچھم کے لوگوں میں ڈھونڈا مگر آپ سے افضل نہ کوئی آدمی ملا نہ خاندان بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان ملا[1] خود حضرت فرماتے ہیں کہ خدا نے لوگوں کو پیدا کیا تو جو سب سے اچھے تھے اُنھیں میں میرا نور رکھا رہا۔ اور جو خاندان سب سے زیادہ شریف ہوتا اُسی خاندان سے میرے بزرگ

---

[1] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۲

ہوتے رہے [۱] حضرت رسولخدا ص کے دادا عَبدُ المُطَّلِب۔ اُن کے باپ ہاشم اور اُن کے باپ عبد مناف تھے۔ اِن عَبدمَناف کے کئی بیٹے تھے مگر زیادہ مشہور دو ہوئے۔ ایک حضرت ہاشم۔ دوسرے عبدشمس۔ یہ دونوں حقیقی بھائی جوڑواں پیدا ہوئے۔ اس طرح کہ حضرت ہاشم کے پاؤں کا پنجہ عبدشمس کے ماتھے سے چپکا ہوا تھا جو تلوار سے کاٹا گیا۔ اس سے اتنا خون بہا کہ عبدشمس سر سے پاؤں تک لہو میں نہا گیا۔ اِس پر اُس زمانہ کے کاہنوں اور نجومیوں نے پیشین گوئی کی کہ بہت جلد اِن دونوں کی اولاد میں سخت خوں ریزی ہو گی [۲] حضرت ہاشم کے بیٹے تھے حضرت عبدالمطلبؑ اور عبدشمس کا بیٹا تھا اُمیّہ حضرت عبدالمطلب کے دو بیٹے زیادہ مشہور ہیں ایک حضرت عبداللہ دوسرے حضرت ابوطالبؑ۔ حضرت عبداللہ کے بیٹے ہوئے حضرت رسولخدا صلعم اور حضرت ابوطالب کے بیٹے تھے حضرت علی علیہ السلام۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد اور اُمیہ کا بیٹا حرب اُس کا بیٹا ابوسُفیان۔ اُس کا بیٹا مُعویہ۔ اُس کا بیٹا یزید تھا۔ حضرت ہاشم بڑے حوصلہ مند اور سخی تھے۔ حج کے زمانہ میں آپ حاجیوں کی خدمت بادشاہوں کی طرح کرتے خوب کھانا کھلاتے۔ پانی پلاتے اور ہر طرح کا آرام پہونچاتے۔ آپ اسمیں اس قدر مال خرچ کر دیتے کہ تمام عرب میں مشہور ہو گئے۔ اسکے علاوہ بہت زیادہ خیرات کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عرب میں بڑا بھاری قحط پڑا جس سے قُریش بھوکوں مرنے لگے تو حضرت ہاشم اپنا بہت سا مال لیکر شام چلے گئے اور آٹے اور روٹیوں کا ڈھیر خریدکر

[۱] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۱ [۲] تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۱۷۵

اونٹوں پر لادلائے۔ پھر مکہ میں آکر بہت سے اونٹ ذبح کیے اور کلچوں اور روٹیوں کو توڑ اور سالن میں بھگو کر لوگوں کو یہاں تک کھلایا کہ وہ خوب سیر ہو گئے اُسی وقت سے لوگ اُنکو ہاشم کہنے لگے جسکے معنے توڑنے والا ہے [۱] اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ حضرت ہاشم کی عزت۔ نیک نامی اور سرداری اتنی مشہور ہو گئی کہ بڑی دُور دُور کے لوگ آپ کو ماننے لگے اور بڑے نامی قبیلہ کے لوگ اپنی بیٹی سے اُنکی شادی کرنے کی تمنّا رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ یورپ کا بادشاہ روم بھی (جو عیسائی اور بڑی سلطنت کا مالک تھا) آپ کا قدرداں ہو گیا۔ اُس نے خود ایک مرتبہ جناب ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی بڑی خوبصورت سلیقہ مند۔ ہنرور۔ پڑھی لکھی اور کل خوبیوں سے آراستہ ہے آپ سے میں اسکی شادی کرنی چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے آپکے اخلاق اور جُود وسخاوت کا شُہرہ سُنا ہے مگر حضرت ہاشم نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور اتنے بڑے بادشاہ کے ایسے پیغام کی بھی پروا نہیں کی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ پھر مدینہ کے ایک مشہور اور بڑے شریف خاندان کی لڑکی سے شادی کی جس سے عبدالمطلب پیدا ہوئے جو حضرت رسولخدا صلعم کے دادا تھے۔ جناب ہاشم بچے ہی تھے کہ مدینہ میں جناب ہاشم کا انتقال ہو گیا۔ جناب عبدالمطلب کئی سال تک اپنے نانیہال اپنی ماں کی گودی میں پلتے رہے پھر آپ کے چچا مُطّلِب آپکو مکہ میں لائے آپ اپنے قابل فخر باپ کی طرح خود بھی نامور اور مشہور ہو گئے۔ فقیر دن

[۱] تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۱۷۵

اور غریبوں کو بڑے حوصلہ سے کھانا تقسیم کرتے۔ آپ کے دسترخوان سے
چڑیوں کے لئے بھی کھانا اُٹھایا جاتا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر دور تک پھیلا
دیا جاتا۔ اِسی سے لوگ آپکو مُطعِمُ الطَّیر (چڑیوں کو کھانا دینے والے)
بھی کہتے تھے ؎۱ حضرت عبدالمطلب ہی کے زمانہ میں مکہ معظمہ کا چشمہ زمزم
ظاہر ہوا جو آج تک وہاں چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے اور حاجی وہاں
سے پانی تبرک کے طور پر لاکر تقسیم کرتے ہیں۔ اس چاہ زمزم کو کھود کر ظاہر
کرنے کے لئے خدا نے حضرت عبدالمطلب کو خواب میں حکم دیا۔ آپ جاگے تو
اُس جگہ کھودا وہاں سے یہ کنواں ظاہر ہوا جو آپ ہی کی ملکیت سمجھا جاتا تھا
حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ اُن سب میں زیادہ
باوقار۔ معزز اور عقلمند حضرت ابوطالبؑ تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے زمانہ
ہی میں حضرت رسولخدا صلعم پیدا ہوئے تھے۔ جب حضرت رسولخدا صلعم
۸ سال کے ہوئے تو جناب عبدالمطلب نے انتقال کیا۔ حضرت رسولخداؐ
کے والد جناب عبداللہ پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ جناب عبدالمطلب نے
اپنے آخری وقت میں جناب ابوطالب سے فرمایا اے ابوطالبؑ تمہارے حقیقی بھائی
عبداللہ کا بیٹا ہے۔ تم ان کی حفاظت کرنا اور اِنکی پرورش میں ذرہ برابر کمی نہ
ہونے دینا۔ جناب ابوطالبؑ نے ایسا ہی کیا کہ اپنے بیٹوں سے زیادہ حضرت
رسولخداؐ سے محبت فرماتے تھے۔ اور جناب ابوطالبؑ کی بی بی فاطمہ بنت اسد
بھی حضرتؐ کو بہت پیار کرتی تھیں۔ جب حضرت رسولخدا صلعم ترپن ۵۳ برس

؎۱ تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۱۷۹ وغیرہ

کی عمر میں مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے تو جناب فاطمہ بنت اسد بھی مدینہ پہنچی
آئیں۔ یہاں آپ کو چوتھے برس (سکھ ہجری میں) جناب فاطمہ بنت اسد نے
انتقال کیا تو حضرت رسولخدا صلعم نے خاص اپنے کرتہ کا آپکو کفن دیا اور
آپ پر نماز جنازہ پڑھی جس میں ستر تکبیریں کہیں۔ اور آپکی قبر میں خود
اترے۔ اسکے اندر لیٹے اور جب قبر سے باہر نکلے تو حضرت کی نورانی آنکھوں
سے آنسو کے دریا بہتے تھے۔ پھر باہر آکر اپنے دست مبارک سے قبر پر
مٹی بھی دی۔ جب آنحضرت جناب فاطمہ بنت اسد کے دفن سے فارغ ہوئے
تو ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ یا حضرت! آپ نے تو ابھی [illegible]
(فاطمہ بنت اسد) کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو آج تک کسی کے ساتھ نہیں
کیا تھا۔ حضرت نے جواب دیا ہاں۔ میری ماں کے بعد انھوں نے مجھے بیٹے
کی طرح پالا اور مجھ پر ماں کی طرح مہربان تھیں۔ انکے پیار کی یہ حالت تھی
کہ جب چچا ابوطالب کا دستر خوان بچھایا جاتا اور ہم سب کھانے کو بیٹھتے
تو جناب فاطمہ ہر کھانے سے تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھ لیا کرتیں۔ پھر جب
وقت میرا کیلا ہوتا اور جناب فاطمہ کے اپنے بیٹے کھیلنے کو چلے جاتے
سے چھپا کر مجھے وہ چیزیں پھر کھلاتیں۔ اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ خدا
کے حکم سے ستر ہزار فرشتوں نے انکے جنازے پر نماز پڑھی۔ اور میں نے انکو
اپنے کرتہ کا کفن اس وجہ سے دیا کہ یہ بہشت کے کپڑے پہنائی جائیں [illegible]

سلہ جناب فاطمہ بنت اسد آنحضرت صلعم کی چچی تھیں کیونکہ حضرت فاطمہ کے والد اسد [illegible]
دوسرے بیٹے تھے۔ جناب عبدالمطلب کے بھائی اور حضرت رسولخدا صلعم کے دادا تھے۔ اور چچی [illegible]
کیونکہ جناب ابوطالب کی بیوی تھیں ۱۲

انکی قبر میں اسلئے لیٹا کہ یہ فشار قبر کی مصیبت سے بچی رہیں۔ مجھ پر میرے چچا ابوطالب کے بعد دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ احسان میری اچھی چچی جناب فاطمہؑ کا تھا[1] اور بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم جناب فاطمہ بنت اسد کی قبر میں لیٹے تو اس میں لوٹتے تھے۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے خدا آپکو جزا خیر دے۔ آپ میرے لئے بہترین ماں تھیں۔

بی بیو جس طرح جناب فاطمہ بنت اسد حضرت رسولخداؐ سے بہت محبت کرتی تھیں اُسی طرح جناب اُم سلمہ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان دیتی تھیں۔ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو بیٹا کہتیں اور حضرت اُنکو نانی نہیں بلکہ اماں کہتے تھے جب حضرت مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو جناب اُم سلمہ آپکے پاس آکر بڑی تڑپ اور بے چینی سے ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگیں اور حضرت کو خدا کے حوالے کیا رخصت کے وقت فرمایا۔ بیٹا میرے پاس تھوڑی سی مٹی ہے جو تمہارے نانا رسول خداؐ نے ایک شیشی میں رکھکر دی تھی۔ حضرت نے فرمایا اے اماں خدا کی قسم میں اُسی طرح قتل کیا جاؤنگا۔ اگر میں عراق کی طرف نہ جاؤں جب بھی لوگ مجھے ضرور قتل کرینگے۔ پھر حضرت نے بھی تھوڑی سی مٹی ایک شیشی میں رکھکر جناب اُم سلمہ کو دی اور فرمایا اے اماں آپ اس شیشی کو بھی نانا کی شیشی کے ساتھ ملا کر رکھیں۔ جب دونوں شیشیوں کی مٹی خون ہوجائے تو سمجھ جائیگا کہ میں قتل ہو گیا بی بیو! وہ مٹی دیکر حضرت سید الشہداء رخصت ہوگئے۔ اب جناب اُم سلمہ ہیں اور مٹی کی وہ دونوں شیشیاں۔ جناب اُم سلمہ کے دل سے پوچھئے کہ امام حسینؑ کی رخصت

[1] کنز العمال جلد ۶ صک

اپنر کیا گزری اور کس طرح وہ ایک ایک منٹ بسر کرنے لگیں کہ نہ امام حسینؑ کے ہاں سے کوئی آدمی آتا ہے۔ نہ کوئی خبر ملتی ہے۔ نہ کوئی حالت معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جناب ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے گھر سو رہا تھا کہ دفعتہً جناب اُم سلمہ کے مکان سے زور سے رونے اور چیخنے کی آواز سُنائی دی تو میں گھبرایا ہوا پریشان گھر سے نکلا اور اُم سلمہ کے مکان کی طرف گیا۔ جناب اُم سلمہ اس درد سے روتی تھیں کہ مدینہ کے بہت سے مرد اور عورتیں بے چین اور حیران ہو کر اُن کے ہاں دوڑ پڑیں ایک بھیڑ لگ گئی۔ جب میں اُن کے پاس پہونچا تو کہا اے اُم المومنین کیا ہوا آپ کیوں اس طرح تڑپتی اور اس بے چینی سے روتی ہیں؟ مگر حضرت اُم سلمہ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاندان بنی ہاشم کی عورتوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں۔ بیٹیو! میری مدد کرو۔ آؤ میں اور تم سب ملکر روئیں۔ ہائے خدا کی قسم تمہارا آقا مار ڈالا گیا۔ خدا کی قسم جوانان بہشت کا سردار قتل کر دیا گیا۔ خدا کی قسم رسول خدا کا نواسہ ذبح ہو گیا۔ حضرت کا خوشبودار پھول مُرجھا گیا۔ امام حسینؑ شہید ہو گئے۔ میں نے پوچھا اے اُم المومنین آپکو کیسے معلوم ہوا؟ بولیں میں نے ابھی حضرت رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ بہت پریشان ہیں۔ آپکے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کے چہرہ سے ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا یا حضرت کیوں خیریت تو ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ نہیں اے اُم سلمہ۔ ہائے ابھی میرا فرزند حسینؑ اور اُسکے عزیز و انصار قتل کر دیئے گئے۔ اے ابن عباس یہ خواب دیکھکر میں تڑپ گئی

اور اُٹھیں تو دوڑتی ہوئی اُس کوٹھری میں گئیں - جہاں وہ دونوں شیشیاں رکھی تھیں - [illegible] تو حواس تک درست نہیں تھے - ہاتھ سے شیشیوں کو نکال کر دیکھا تو دونوں میں خون تازہ جوش مار رہا تھا - بس یقین ہوگیا کہ حسینؑ قتل کر دیئے گئے - پھر اُم سلمہ نے وہ شیشیاں کھولیں اور اُنکا خون لیکر اپنے پورے منہ پر مل لیا اور ماتم کرنا شروع کیا۔

بی بیو مدینہ میں تو یہ کہرام بپا تھا لیکن اُس وقت کربلا میں کیا ہو رہا تھا - ایک شاعر نے زبان حال میں لکھا ہے کہ اُس وقت اشقیاء ؎

کسی کو نیزہ کسی کو طمانچے مارتے تھے — حرم حسینؑ کے سب یا علیؑ پکارتے تھے
غرض کہ عصر سے تا وقت شام واویلا — جلے تھے اور لٹے تھے خیام آل عبا
حرم کو لا کے نظر بند ظالموں نے کیا — خوشی کی نوبتیں بجتی تھیں فوج میں ہر جا
مگر یہ آتی تھی آواز شادیانے سے — ہزار حیف اُٹھے پنجتن زمانے سے
شہید ہو گئے جب رن میں سیّد والا — تو لُٹ کے قافلہ بیبیوں کا بلوہ میں آیا
بُلا کے منشیوں کو ابن سعد نے یہ کہا — کہ فتح نامے لکھو جلد جلد ہر اک جا
ہر ایک نامے میں ہو مندرج یہی مطلب — حسینؑ قتل ہوئے بے ردا ہوئی زینب
نہ لایا دھیان میں خیر النساء کے رونے کو — نہال فاطمہؑ کاٹے نہال ہونے کو

اور خیموں کے لٹنے کی حالت شاعر نے اس طرح لکھی ہے ؎

وہ خیمہ امام اُمم عرش احتشام — جس آستانے کے لیتے تھے بوسے ملک تمام
چرخ فلک ادب سے سدا کرتا تھا سلام — در سے اندر آئے ہائے غضب اُسمیں اہل شام
ایک ایک قت جہاں کا خریدار ہوگیا — بالکل گھر اہلبیت کا بازار ہوگیا

خیمہ میں بھر گئے جو ستمگار جابجا | اہلِ حرم کو بھول گئی مرگ اقربا

اس طرف اہل حرم فریاد کرتے تھے۔ اور اُس طرف ؎

انبوہ خاص و عام تھا خیمہ کے درمیاں | لیتا تھا کوئی مسندِ پیغمبرِ زماں
عابد کا فرش کھینچتا تھا کوئی بدگماں | ایک چھینتا تھا بالی سکینہ کی بالیاں
بنتِ حسینؑ بالوں سے چہرہ چھپاتی تھی
کانوں پہ دونوں ہاتھ دھرے تھرتھراتی تھی
بھر بھر کے آنسو آنکھوں میں کہتی تھی وہ حزیں | اے شمر تجکو پاس بنی فاطمہ نہیں
سیلی لگا نہ بہر خدا مجکو او لعیں | اتو ہیں نیلگوں مرے رخسار نازنیں
ہلتا ہے عرش سُن کے دہائی سکینہ کی
او بے ادب نہ کھینچ کلائی سکینہ کی

مجلس ۱۵ پندرہویں

محرم کے پانچویں دن کی جسمیں حضرت رسولِ خدا صلعم کے معجزہ قرآن مجید اور معراج اور چند دوسرے معجزوں اور حضرت کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنیکا بیان۔ اور حضرت کے جہادوں کی مختصر فہرست اور آخر میں جناب حُر کی شہادت کا ذکر ہے۔ اُس کے بعد نوحہ کے لائق چند شعر بھی لکھے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خدا فرماتا ہے وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ - یعنی اے عرب کے کافرو۔ ہم نے جو (قرآن مجید) اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے اسکے بارے میں اگر تم کسی شک میں پڑے ہو پس اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایک ایسا ہی سورہ بنالاؤ اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں اُنکو بھی بلالو۔ لیکن اگر تم ایسا نہ کر سکو اور (ہم کہے دیتے ہیں کہ) ہرگز نہ کرسکو گے تو اُس جہنم کی آگ سے ڈرو جسکے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ اور وہ کافروں کے لئے طیار کیگئی ہے سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خدا نے حضرت رسولخداؐ کو فصاحت و بلاغت کی سب سے بہتر کتاب قرآن مجید ایسا معجزہ دیا جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے کہ آدمی لاکھ پڑھے لکھے اور علم و فضل میں جس قدر بھی ترقی کر جائے مگر وہ قرآن کا مثل نہیں لا سکتا۔ اسی دعوے کو خدا نے اس آیت میں ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اے عرب کے کافرو! اگر قرآن کے بارے میں تمکو یہ شک ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ حضرت رسولخداؐ نے اسکو اپنے دل سے بنا کر تمہارے سامنے رکھا ہے تو اُنکی طرح قرآن کے ایسا پورا قرآن نہیں صرف ایک ہی سورہ تم بھی بنادو۔ حضرت کی زبان عربی ہے تمہاری بھی ہے۔ اُنھوں نے نہ کہیں پڑھا۔ نہ لکھا۔ نہ کسی کتاب کا سبق لیا۔ نہ کسی عالم کے پاس بیٹھے اُٹھے۔ نہ کسی اور شخص سے کچھ سیکھا۔ اور تم اُن کے سفر اور گھر کی حالتوں سے واقف ہو کہ اسی طرح چالیس برس پورے کر دیئے اور پھر اِک بہ اِک ایسا کلام لائے جس میں پہلے اور پچھلے سب لوگوں کا علم بھرا ہوا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ تو اتنی بڑی کتاب اپنے دل سے

بنا لیں اور تم ایک سورہ بھی نہ بنا سکو۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ یہ قرآن حضرت کا بھی بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ خدا ہی کا بنایا ہے۔ اور خدا نے حضرت رسولخدا کو کافروں کے لئے قرآن کا معجزہ اسلئے دیا کہ جب حضرت پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اُس وقت عرب میں شعر و شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ اور عرب کے لوگ اپنی فصاحت و بلاغت پر بہت ناز کرتے تھے۔ انکو اپنی زبان کا اتنا فخر تھا کہ اپنے مقابلہ میں دنیا بھر کے لوگوں کو گونگا جانتے تھے۔ اُن کے ہاں عمدہ شعر کہہ دینا خوب جوش پیدا کرنے والا خطبہ بیان کرنا۔ جادو بیانی سے تقریر کر دینا ایک معمولی بات تھی۔ اُنکی لڑکیاں اور لونڈیاں بھی برجستہ ایسے اچھے اشعار کہہ لیتی تھیں کہ آج کل کے بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ خوب غور و فکر کے بعد بھی ویسے شعر نہیں کہہ سکتے۔ ایسی حالت میں خدا نے عین انصاف کے مطابق حضرت رسولخدا کو دوسرے معجزوں کے ساتھ یہ مضبوط۔ کھلا ہوا اور قیامت تک رہنے والا معجزہ بھی عطا فرمایا کہ انہیں کافروں کی زبان میں ہی ایسی کتاب اُتاری جسکی ایک آیت کا مثل بھی وہ نہ لاسکے اور آج تک عرب کے کافروں یا دوسرے ملکوں کے یہود و نصاریٰ کو بھی اسکی ہمت نہیں ہو سکی کہ قرآن کا جواب بنا سکیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

خدا نے حضرت رسولخدا کو قرآن کے سوا بھی کئی معجزے دیئے تھے کہ آپ روشنی میں کھڑے ہوتے یا چلتے تو سایہ نہیں پڑتا تھا۔ دھوپ میں چلتے تو بادل آپکے سر پر سایہ کئے رہتا۔ آپکی پیٹھ پر مُہر نبوت تھی۔ جسکا نور بہت زیادہ چمکتا رہتا۔ آپ نے اُنگلی سے چاند کو اشارہ کیا تو اسکے دو

ٹکڑے ہو گئے۔ آپ کو معراج ہوئی جس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت کی پیغمبری کے
بارہویں برس ۲۷ رجب کی رات کو جب حضرت جناب امیرؑ کی بہن اُم ہانی
کے گھر میں جانماز پر تھے اور سونے کا انتظام کر رہے تھے اور سب لوگ خواب
میں تھے جناب جبریلؑ حضرت رسولِ خداؐ کے پاس آئے اور اُٹھا کر آپ کو خانہ کعبہ
میں لے گئے اور ایک بہشتی جانور پر جس کا نام بُراق تھا سوار کر کے مسجد اقصٰے میں
لے گئے جو بیت المقدس میں ہے۔ وہاں سب پیغمبروں کی روحوں سے ملاقات ہوئی
اور حضرت نے سب کے ساتھ نماز پڑھی یعنی حضرتؐ نے نماز پڑھائی اور ان
لوگوں نے آپ کے پیچھے پڑھی۔ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت سدرۃ المنتہیٰ پہنچے
جو ساتویں آسمان پر ایک درخت ہے۔ یہاں حضرت جبرئیل رہ گئے اور حضرت
سے عرض کی کہ اگر میں یہاں سے بال بھر آگے بڑھوں تو میرے بال و پر تجلی
کی روشنی سے جل جائیں۔ یہاں براق بھی رہ گیا۔ اور حضرت ایک تخت
پر جسکو رفرف کہتے ہیں اوپر کو روانہ ہوئے اور عرش خدا کے قریب پہنچے
یہاں حضرت نے جو دیکھا سو دیکھا۔ اور جو سنا سو سنا۔ اسی معراج میں
حضرت نے بہشت اور دوزخ کی بھی سیر کی اور ہر اُمت کا مقام ملاحظہ
فرمایا۔ اور پھر آن کی آن میں واپس آ کر اپنے گھر پہونچ گئے [۱] اللّٰھمّ
صلِّ علیٰ محمّدٍ وّآلِ محمّدٍ بعض مسلمانوں نے اس بات میں بھی
اختلاف کر دیا کہ حضرت معراج میں اپنے بدن سمیت گئے تھے یا آپ کو وہ
سچا خواب ہوا تھا یعنی جسمانی معراج ہوئی یا روحانی مگر سچا مذہب یہی

---

[۱] روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۱۵۲ وغیرہ

کہ حضرت اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر تشریف لیگئے اور اسی سے یہ معجزہ ہے[۱] اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

حضرت رسولخداؐ ۱۳ برس تک اپنے وطن مکہ معظمہ میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر بہت کم مسلمان ہوئے زیادہ تر حضرت کی مخالفت کرتے اور حضرت سب ظلموں پر صبر کرتے رہے۔ جب تک حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ زندہ تھیں خیریت تھی کہ ان دونوں کی مدد سے حضرت کا غلط ہوتا مگر حضرت کے پیغمبر ہونے کے دسویں برس دونوں بزرگوں کا انتقال ہوگیا۔ تب کافروں کا ظلم اور زیادہ ہوا۔ تیرھویں برس خدا کا حکم ہوا کہ اپنی جگہ اپنے بھائی حضرت علی کو سلا کر مدینہ کی طرف ہجرت کریں حضرت نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علی علیہ السلام بڑی خوشی سے حضرت کی جگہ سوئے اور جناب رسولخداؐ راتوں رات مدینہ کی طرف چلے گئے وہاں حضرت کی بڑی عزت اور تعظیم کیگئی۔ جس سال حضرت مدینہ گئے اُسی سال مسلمانوں کا ہجری سال شروع ہوا جو حساب آج تک مسلمانوں میں قائم ہے۔ مدینہ پہونچنے کے دوسرے سال یعنی سنہ ۲ ہجری میں حضرت رسولخداؐ نے اپنی اکلوتی اور پیاری بیٹی جناب سیدہ کا نکاح خدا کے حکم سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ کردیا۔ حضرت کو مدینہ میں قوت حاصل ہوئی اور بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے تو حضرت کے دشمن اور زیادہ جلنے لگے جس پر حضرت سے لڑائی چھڑ گئی۔ سنہ ۲ ہجری میں مکہ معظمہ کے کافر مدینہ

[۱] روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۱۷۱ وغیرہ

حضرت سے لڑے جسکو غزوۂ بدر کہتے ہیں اور جس میں مسلمانوں کو بڑی فتح اور کافروں کو بڑی شکست ہوئی۔ اسکا بدلہ لینے کے لئے سنہ ۳ ہجری میں پھر مکہ معظمہ کے کافروں نے حضرت پر حملہ کیا۔ اس لڑائی کو غزوہ اُحد کہتے ہیں۔ اسمیں حضرت کو فتح ہو چلی تھی مگر مسلمان لوٹ کے لالچ میں ایک جگہ سے ہٹ گئے جس سے لڑائی کا رنگ بدل گیا اور مسلمان ہار گئے۔ حضرت رسولخداؐ زخمی ہوئے اور آپکا ہونٹ کٹ گیا۔ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ بڑے بڑے صحابہ بھاگ گئے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام اپنی جان پر کھیل کر حضرت رسولخداؐ کی مدد نہ کرتے تو حضرت کا بچنا بھی مشکل تھا۔ سنہ ۳ ہجری ماہ رمضان میں حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے۔ سنہ ۴ ہجری میں بھی کئی لڑائی ہوئی اس سال حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے۔ سنہ ۵ ہجری میں غزوہ خندق ہوا۔ اس جنگ میں بھی مسلمان ہارنے کے قریب تھے مگر حضرت علیؑ نے دشمن کے سردار عمرو بن عبدود سے مقابلہ کیا اور اُسکو قتل کر دیا جس سے دشمن ہار گئے۔ سنہ ۶ ہجری میں حضرت حج کے ارادہ سے مسلمانوں کے ساتھ مکہ معظمہ کیطرف چلے۔ مگر مکہ والوں سے صلح حدیبیہ کر کے واپس تشریف لائے۔ سنہ ۷ ہجری میں غزوہ خیبر بہت بڑی لڑائی یہودیوں سے ہوئی۔ ایک مہینہ تک لڑائی ہوتی رہی مسلمانوں کیطرف سے جو سردار جاتا ہار کر واپس آتا۔ آخر حضرت علیؑ نے یہودیوں کے بڑے بہادر مرحب کو قتل کر کے خیبر فتح کر لیا اور خیبر کے قلعہ پر پہونچکر اُس کا لوہے کا دروازہ ہاتھ سے اُکھاڑ لیا اور اُس کو اپنی سپر بنا لیا۔ اُس دروازے کے اُکھاڑنے سے قلعہ میں ایسا لرزہ پیدا ہوا

کہ وہاں کے سردار کی بیٹی صفیہ تخت سے گر پڑی اور اُس کا مُنہ زخمی ہوگیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے خیبر کے در کو ہاتھ میں لیکر خندق کا پُل بنا دیا کہ مُسلمان اُس پر سے گزر کر قلعہ میں داخل ہوگئے[۱] اور جنگ سے فارغ ہوکر اُس پٹ کو پیٹھ کے پیچھے پھینکا کہ ۲۰ گز کے فاصلہ پر جاکر گرا پھر چالیس آدمیوں نے چاہا کہ اُس پٹ کو اُٹھاویں تو نہ اُٹھا سکے اللھم صل علی محمد و آل محمد

۸ سنہ ہجری میں مُوتہ کی لڑائی ہوئی۔ اِس میں حضرت علیؑ کے بڑے بھائی جناب زینبؑ کے خُسسر حضرت جعفر طیار شہید ہوئے۔ اسی سال ماہ رمضان میں آنحضرت صلعم دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ کو فتح کیا۔ اسی سال شوال میں جنگ حُنین ہوئی جس میں بھی کافروں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ۹ سنہ ہجری میں جنگ تبوک ہوئی جو مدینہ سے بہت دور ایک جگہ ہے مگر اسمیں لڑائی نہیں ہوئی۔ ۱۰ سنہ ہجری کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت نے آخری حج کیا۔ اور واپسی میں غدیر خُم پر پہنچکر خدا کے حکم کے مطابق پھر سب حاجیوں سے سُنا کر کہہ دیا کہ میرے بعد حضرت علیؑ میرے خلیفہ ہونگے ۹ سنہ یا ۱۰ سنہ کے آخری مہینہ میں ۲۴ ذی الحجہ کو نجران کے پادری مدینہ میں مُباہلہ کرنے آئے حضرت رسولخدا صلعم جناب امیرؑ۔ جناب سیدہؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لیکر مباہلہ کرنے نکلے مگر پادری ان حضرات کی نُورانی صورت دیکھتے ہی ڈر گئے اور کہا کہ یہ تو وہ صورتیں ہیں جو خدا سے چاہیں تو خدا پہاڑوں کو اُنکی جگہ سے

[۱] تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۵۶

ہٹھا تھے۔ مباہلہ کی ہمت نہ کی صلح کرکے واپس چلے گئے۔ [1] سنہ ۱۱ ہجری ماہ صفر میں حضرت رسولخداصلعم نے دنیا سے انتقال کیا اور اہلبیتؑ پر ایسے ایسے مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جن کا سلسلہ کربلا تک پہونچا۔ یزید نے خلیفہ ہوتے ہی حضرت امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا۔ ابن زیاد نے حرؑ کو حضرت کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ حرؑ نے آکر حضرت کو راہ میں روکا اور کربلا تک ساتھ ساتھ آئے۔ روز عاشورا جب حرؑ نے دیکھا کہ عمر بن سعد کا پورا ارادہ حضرت سے لڑنے ہی کا ہے تو اُس سے کہا "کیوں عمر بن سعد! کیا واقعاً تیرا ارادہ حضرت سے لڑنے کا ہے؟" اُس نے کہا "ہاں خدا کی قسم اتنی سخت لڑائی ہوگی کہ لوگوں کے سر اُڑتے اور بازو گرتے نظر آئیں گے"۔ حرؑ نے کہا "حضرت جو فرماتے ہیں کیا تم لوگ اُس پر راضی نہیں ہوسکتے؟" عمر بن سعد نے کہا "اگر میرا اختیار ہوتا تو میں مان جاتا لیکن ابن زیاد کسی طرح منظور نہیں کرتا"۔ یہ سُنکر حرؑ اپنی جگہ سے بڑھے آگے آکر ایک جگہ کھڑے ہوئے۔ اور ایک شخص قرّہ سے پوچھا "کیوں قرّہ! تم نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟" کہا "ابھی تو نہیں"۔ حرؑ نے پوچھا "مگر اب تو پلاؤ گے؟" مطلب یہ کہ تم لوگ تو اپنے گھوڑوں تک کو پانی پلاؤ اور رسولخداؐ کے نواسے اور اُنکے ننھے ننھے بچے تین دن کی پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ اسکے بعد حرؑ آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے امام حسینؑ کے لشکر کیطرف چلے۔ اُسوقت اُن کے بدن میں ایسی تھرتھری پڑی تھی کہ اُن کے کاندھے کا گوشت پارے کی طرح

[1] تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۱۲

([illegible] مطبع اصلاح [illegible])